بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

ہفت روزہ

بدر

قادیان

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۳-۵۰ روپے
ممالک غیر
۱۰-۵۰ روپے
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد ۹ | ۲۱ شہادت ۱۳۳۹ ہش | ۲۰ شوال ۱۳۷۹ھ | ۲۱ اپریل ۱۹۶۰ء | نمبر ۱۶

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۸ اپریل۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس کو درد نقرس کی تکلیف ہے اور حضور کسی قدر بے چینی محسوس فرماتے ہیں۔

احباب جماعت اپنے محبوب امام کیلئے درد دل اور الحاح سے دعائیں جاری رکھیں اللہ تعالیٰ حضور کو اپنے فضل سے جلد مکمل طور پر شفایاب فرمائے اور حضور کو کام کرنے والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۱۹ اپریل۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمد للہ۔ محترم صاحبزادہ صاحب مع اہل و عیال مورخہ ۱۲ اپریل کو دو ماہ کے لئے سیر کی غرض سے علاقہ جنوبی ہند کے سفر پر روانہ ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ بخیریت منزل مقصود تک پہنچائے اور بسلامت واپس لائے اور سفر وحضر میں سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔ نوٹ:۔ محترم صاحبزادہ صاحب کی ڈاک...

مشرقی افریقہ میں امریکہ کے شہرہ آفاق مسیحی مناد ڈاکٹر بلی گراہم کو

اسلام کی طرف سے رئیس التبلیغ محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کا چیلنج

ڈاکٹر گراہم کی طرف سے واضح الفاظ میں عجز کا اظہار اور ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ کا تبصرہ

امریکہ کے شہرہ آفاق مسیحی مناد ڈاکٹر بلی گراہم نے ۱۹۶۰ء کے اوائل میں افریقہ میں ایک وسیع تبلیغی دورہ کا پروگرام بنایا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ افریقہ کے طول و عرض میں جگہ جگہ لیکچر دے کر افریقی باشندوں کو عیسائیت قبول کرنے کی ترغیب دیں اور اپنے زور خطابت سے کام لے کر جس میں انہیں بڑا ملکہ حاصل ہے ملحقین یہ باور کرائیں کہ عیسائیت قبول کئے بغیر ان کی نجات ممکن نہیں ہے۔ جب وہ دورے پر روانہ ہوئے تو امریکہ کے اخباروں نے اور ان میں سے بھی بالخصوص ٹائم اور نیوز ویک نے ان کے اس دورے کو بہت اہم قرار دیا اور اس پر زور دار نوٹ لکھے چنانچہ اس دورہ کے سلسلہ میں جب ڈاکٹر بلی گراہم مارچ کے اوائل میں مشرقی افریقہ کے شہر نیروبی پہنچے اور انہوں نے بڑے بڑے عظیم الشان جلسوں سے خطاب کیا۔ تو مشرقی افریقہ میں جماعت احمدیہ کے رئیس التبلیغ محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب فاضل نے اسلام کی طرف سے انہیں ایک چیلنج دیا۔ جس میں ان کے سامنے اس امر کے فیصلے کے لئے کہ مروجہ عیسائیت اور اسلام میں سے برحق اور زندہ مذہب کونسا ہے انہیں مقابلے کی دعوت دی۔ اور فیصلے کی ایک آسان راہ ان کے سامنے رکھی۔ اس سلسلہ میں آپ نے ڈاکٹر گراہم کو مخاطب کرتے ہوئے ان کے نام جو خط لکھا۔ اور جو وہاں کے اخبارات میں بھی شائع ہوا۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

نیروبی ۲ مارچ ۱۹۶۰ء

ڈیئر ڈاکٹر گراہم!

میں احمدیہ مسلم مشن مشرقی افریقہ کے رئیس التبلیغ کی حیثیت سے نیروبی میں آپ کی آمد پر بڑی مسرت اور گرمجوشی کے ساتھ آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں عیسائیت کی تبلیغ کو اپنا مطمح نظر قرار دینے میں آپ نے جس روح اور جذبے کا اظہار کیا ہے۔ وہ واقعی قابل قدر ہے اور میں آپ کے اس جذبہ اور روح کو سراہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا جس مقصد کے تحت آپ نے یہاں تشریف لانے کی زحمت اٹھائی ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے میرے لئے یہ اور بھی زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔ کہ میں آپ کو اسلام کی طرف دعوت دوں۔ اور اسلام کی بے نظیر تعلیم کا مطالعہ کرنے کی طرف توجہ دلاؤں۔

(۲) بلاشبہ آپ بخوبی واقف ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ انجیل کے بیان کے مطابق یسوع مسیح کا اپنا فرمان ہے کہ "درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے" اسی طرح یسوع مسیح نے یہ بھی کہا ہے کہ

"اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا۔ تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا۔ اور وہ چلا جائے گا۔ اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی"

پھر یہ بھی اسی کا فرمان ہے کہ "یقین رکھتے ہوئے جو کچھ تم اس سے مانگو گے وہ سب کچھ تمہیں دیا جائے گا"

مسیح کے یہ اقوال ایک ایسے معیار کی حیثیت رکھتے ہیں جس کی مدد سے کسی مذہب کی صداقت کو بآسانی پرکھا جا سکتا ہے۔ اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ آیا اس معیار مذاہب کی صداقت کو پرکھنے کا اس سے بڑھ کر اور کوئی موقع ہوگا جبکہ آپ مشرقی افریقہ کے لوگوں کی بھلائی کی خاطر خود یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں؟ آپ نے بڑے بڑے شاندار مشاغل رقم فرمائے ہیں اور مروجہ عیسائیت کی تائید میں بڑی زوردار اور گرما گرم تقاریر کی ہیں لیکن اگر خود یسوع مسیح کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق آپ کے اپنے مذہب کی صداقت عملاً دنیا پر ظاہر ہونے کی صورت نکل آئے تو یہ بات آپ کی ان تمام مساعی پر جو اب تک آپ کر رہے ہیں سبقت لے جائے گی۔

(۳) اس کے بالمقابل میرا دعویٰ یہ ہے کہ آج روئے زمین پر صرف اور صرف اسلام ہی وہ ایک زندہ مذہب ہے جس پر عمل کر کے لوگ نجات یافتہ قرار پا سکتے ہیں اور یہ کہ مروجہ عیسائیت آسمانی تائید و نصرت اور انسانوں کی حقیقی رہنمائی کے وصف سے یکسر بے بہرہ ہے۔ لہٰذا میں عوام کی بھلائی کی خاطر پوری عاجزی اور اخلاق کے ساتھ آپ کو ایک ایسے مقابلے کی دعوت دیتا ہوں جس کے ذریعہ ہم اپنے اپنے مذہب کی صداقت کو آشکار کر سکتے ہیں

(۴) مقابلے کا ایک طریق یہ ہے کہ تیس ۳۰ ایسے مریض لے لئے جائیں کہ جو میڈیکل سروس کینیا کے ڈائریکٹر صاحب کے نزدیک لاعلاج ہوں۔ ان تیس مریضوں میں سے دس یورپین دس ایشیائی اور دس افریقن ہوں۔ انہیں قرعہ کے ذریعہ میرے اور آپ کے درمیان مساوی تعداد میں بانٹ دیا جائے۔ پھر دونوں مذاہب کے پیروؤں میں سے چھ چھ آدمی ہمارے ساتھ اور آ شامل ہوں اور ہم اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے مریضوں کی صحت یابی کے لئے خدا کے حضور دعا کریں تاکہ اس امر کا فیصلہ ہو سکے کہ کس کو خدا کی تائید و نصرت حاصل ہے اور کس پر آسمان کے دروازے بند ہیں۔

(۵) مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہ تجویز قبول کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ عین ان اصولوں کے مطابق ہے جو یسوع مسیح نے خود بیان فرمائے ہیں۔ لیکن اگر آپ نے اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار کیا تو دنیا پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں اور دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو جائے گی کہ صرف اور صرف اسلام ہی وہ زندہ مذہب ہے جو خدا کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہے۔

آپکا مخلص (دستخط) شیخ مبارک احمد
رئیس التبلیغ احمدیہ مسلم مشن مشرقی افریقہ
(نیروبی)

اگرچہ ڈاکٹر گراہم نے محترم شیخ مبارک احمد صاحب کے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا لیکن جب وہاں کے اخبارات میں اس چیلنج کا خوب چرچا ہوا اور اخبارات نے محترم شیخ صاحب کا فوٹو شائع کر کے آپ کے چیلنج کو اہمیت دی تو ایک شخص نے اس چیلنج سے متاثر ہو کر ڈاکٹر گراہم کے ایک پبلک لیکچر کے بعد ان سے سوال کیا کہ کیا وہ کوئی ایسی مجلس بھی منعقد کریں گے۔ جس میں وہ بیماروں کو چنگا کرنے کے معجزات کا مظاہرہ کریں۔ اس پر انہوں نے سراسر عجز کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "میرا کام محض وعظ کرنا ہے۔ مریضوں کو چنگا کرنا نہیں"۔ ان کے اس جواب پر نیروبی کے نامور اخبار "دی سنڈے پوسٹ" نے لکھا کہ یہ ہے وہ جواب جو ڈاکٹر گراہم نے بطل اسلام (باقی صفحہ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

ہفت روزہ بدر قادیان ـــــ مورخہ ۲۱ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء

افریقہ میں تبلیغ اسلام

"مشرقی اور مغربی افریقہ میں اسلام بڑی سُرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے اور اس صورتِ حال سے عیسائی کلیسا اور مشنری ادارے بہت پریشان ہیں؛"

یہ ہے لندن کی اُس اطلاع کا خلاصہ جو بیشتر ملکی اور غیر ملکی اخبارات کا موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔ کیا بلحاظ اس کے کہ اسلام کے اس نفوذ کے اسباب و ذرائع کیا ہیں؟ اور کیا بلحاظ اُس ردِّ عمل اور جواب کے جو عیسائیت کی طرف سے منظم صورت میں منظرِ اسلام پر پایا جا رہا ہے اور جو بے اثر ثابت ہو رہا ہے ـــ!! وہ لوگ جن کے سامنے اس اطلاع کی پوری تفصیلات نہیں تھیں یا جنہوں نے اس کے صرف ایک آدھ حصہ کا مطالعہ کیا تھا۔ ان میں سے بعض نے تو اسے محض حالات کا نتیجہ قرار دیا جو سعید نام مغربی آقاؤں کی طرف سے سیاہ فام افریقی باشندوں کے ساتھ ایک لمبے عرصہ سے نسلی امتیاز کے رنگ میں روا رکھا جا رہا تھا۔ اور بعض نے اس مہم کے خاموش کارکن اُن ہزاروں طلباء کو قرار دیا جو قاہرہ کے جامع ازہر میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں اور اپنے غیر مسلم پڑوسیوں میں تبلیغ کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

مگر حقائق کے سامنے یہ سب کچھ محض قیاس آرائی یا زیادہ سے زیادہ خوش فہمی سے بڑھ کر کچھ حیثیت نہیں رکھتا جبکہ اس خبر کی مزید تفصیلات بجائے خود اس حقیقت سے پردہ اُٹھا دیتی ہیں کہ اس کے پیچھے احمدی مبلغین کی کامیاب تبلیغی خدمات ہیں۔ جن کے سامنے عیسائیت کے پاؤں اُکھڑ رہے ہیں چنانچہ اسی موقعہ پر جبکہ لندن کے آرچ بشپ نے اسلام اور عیسائیت کے مقابلہ کے عنوان سے ٹیلی ویژن پروگرام میں حصہ لیتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا:ـــ

"درحقیقت پہلی بار اب عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ ہو رہا ہے اور پاکستان کے مذہبی رہنما مغربی افریقہ میں بسنے والے افراد کو وسیع پیمانے پر مشرف بہ اسلام کر رہے ہیں۔ حالانکہ عیسائی مشنری عرصہ سے اس علاقہ میں سرگرم ہیں۔ لیکن ان کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے اور ان میں سخت مایوسی پھیلی ہوئی ہے؟"

(روزنامہ نئی روشنی کراچی ۲۴ / ۲ / ۶۰)

اور پھر عیسائی مشنریوں کو مایوسیوں اور ناامیدیوں سے بچانے کے لئے آرچ بشپ نے افریقہ اسلام پر کتابیں قائم کرنے کی تجویز پیش کی اور ایک اطلاع کے مطابق لندن کے بشپ نے افریقہ کے جنگلوں میں بسنے والے افراد کی امداد کے لئے ۴ لاکھ روپیہ کی رقم کا عطیہ دیا۔

ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ کے مبلغین کے سوا اور کوئی جماعت مغربی افریقہ میں کام نہیں کر رہی اور افریقہ میں عیسائیت کے مقابلہ میں احمدیت کی کامیاب مساعی کے متعلق عیسائیوں کی یہ پہلی آواز نہیں جو لندن کے بشپ نے اُٹھائی بلکہ ایسا اعتراف عیسائیت کے ذمہ دار مبلغ اور متعدد بڑی بڑی کانفرنسوں میں متعدد بار کر چکے ہیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ایک تازہ اور سب سے نمایاں واضح مثال امریکہ کے مشہور رسیم ممتاز ڈاکٹر بلی گراہم کی طرف سے افریقہ کے حالیہ دورہ کی رپورٹ سے ملتی ہے جو اخبار نوائے وقت لاہور میں ایک مکتوب کی صورت میں شائع ہوئی ہے اور جس کے چند اقتباسات اسی پرچہ میں دوسری جگہ نقل کئے گئے ہیں۔ اس حقیقت مکتوب میں بعض ناقابلِ تردید حقائق کی روشنی میں جماعت احمدیہ کی عظیم الشان تبلیغی جد و جہد کا ذکر کیا گیا ہے اور غیر مبہم الفاظ میں اعتراف کیا گیا کہ:ـــ

"افریقہ میں اگر کوئی پاکستانی مذہبی جماعت کام کر رہی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے"

اس مکتوب میں جماعت کی شاندار اسلامی خدمات پر ان الفاظ میں جو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے کہ

"ہمیں احمدیت سے شدید اختلافات ہیں ۰ ۰ ۰ ۰ لیکن اس کے باوجود ہمیں ان کی مساعی کی داد دینی پڑتی ہے۔ بلی گراہم جب اپنے حالیہ دورہ میں نیروبی گئے تو اسلام کی طرف سے اگر کسی جماعت نے انہیں مباحثہ کی دعوت دی تو وہ جماعت احمدیہ تھی؛"

اس چیلنج کا تفصیلی حال اسی پرچہ کے پہلے صفحہ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے نہ صرف مشرقی افریقہ میں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ افریقہ بھر میں ڈاکٹر مذکور جہاں جہاں بھی گئے اور انہوں نے عیسائیت کی حقانیت ثابت کرنے کی کوشش کی وہیں احمدیہ جماعت کی طرف سے انہیں دعوت دی گئی چنانچہ مشرقی افریقہ میں مولانا شیخ مبارک احمد صاحب نے انہیں چیلنج کیا اور کسی جگہ بھی انہیں مقابلے پر آنے کی جرأت نہ ہوئی اور اس طرح ڈاکٹر گراہم پر واضح ہو گیا کہ ہر جگہ اسلام کے دفاع کے لئے جماعت احمدیہ کے نمائندے موجود ہیں اور وہ ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے۔

محولہ بالا مکتوب میں عیسائیت کے مقابل پر احمدیہ جماعت کی کامیاب تبلیغی جد و جہد کے علاوہ کے ساتھ ایک اور بات بھی نمایاں کی گئی ہے وہ یہ ہے:ـــ

"پاکستان کی جماعت اسلامی کو افریقہ میں تبلیغ اسلام کی دعوت ـــ !!"

اوّل تو مجھے امید نہیں کہ اس دعوت کو قبول بھی کیا جائے گا کیونکہ غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کا کام کوئی تر نوالہ نہیں جسے آسانی کے ساتھ حلق سے اتار لیا جائے بلکہ بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام ؎

دعوت ہر ہرزہ گو کچھ خدمت آساں نہیں
ہر قدم میں کوہ ماراں ہر گذر میں دشت خار

لیکن اگر جماعت اسلامی والے "نوائے وقت" کے نمائندہ خصوصی کے مشورہ کے مطابق

"سیاسی خواہشوں اور اقتدار کے خواب سے علیحدہ (؟) ہو کر"

غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے نکل کھڑے ہوں تو سوال یہ ہے کہ وہ کونسے اسلام کی تبلیغ کریں گے؟ کیا وہ زندہ اسلام جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی پاک کلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت سنت سے ثابت ہے یا جو علماء زمانہ کے اپنے خیالات و نظریات کا مجموعہ ہے ـــ اور

۱۔ جس میں ایک غیر متحرک مردہ اسلام کو پیش کیا گیا ہے

۲۔ جس میں خدا تعالیٰ کے الہام و کلام کے دروازے پر تالا لگا کے ہمیشہ کے لئے قفل ڈال دیا گیا ہے۔

۳۔ جس میں صادق الوعد خدا کی طرف سے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کا وعدہ باوجود ہر قسم کے اندرونی و بیرونی فتنوں کے برپا ہو جانے کے کبھی ایفا کی صورت اختیار نہیں کر سکے گا۔

۴۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے جانے اور سینکڑوں سال سے خدا کی طرح بغیر کچھ کھائے پیئے الآن کما کان صحیح سلامت زندہ موجود سمجھے گئے ہیں اور امتِ محمدیہ کے بگاڑ کے وقت اس کی اصلاح کے لئے نازل ہو جائیں گے کیونکہ کسی اُمتی کو یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا!!

۵۔ جس میں بموجب اطلاع حضرت صادق و مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ پچھلی تیرہ صدیوں میں مجددین آتے رہے۔ لیکن اس صدی میں کسی مجدد کی ضرورت نہیں کیونکہ علماء کرام کا وجود کافی ہے خواہ مسلمان خود کس قدر جادۂ حق سے دور ہی جا پڑے ہوں!

۶۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ خبروں کے مطابق دجّالی فتنے تو ساری زمین پر محیط ہوں مگر ان فتنوں کو دور کرنے والے اور قاتلِ دجال کی آمد کی گنجائش نہیں خواہ رسول اللہ کی زبان حقیقت بیان سے اس کی آمد کا کس قدر ہی یقین کیوں نہ دلایا گیا ہو!! (العیاذ باللہ)

اکبر الٰہ آبادی کے الفاظ میں یوں کیوں نہ کہہ دیا جائے کہ ؎

شیخ تثلیث کی تردید تو کر سکتے نہیں
گر بیٹھے ہوئے والتین پڑھا کرتے ہیں

باعثِ مسرت و قابلِ تشکر

احباب جماعت کیلئے یہ خبر یقیناً باعثِ مسرت و اطمینان ہو گی کہ امسال عید الفطر کی مبارک تقریب کے موقعہ پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ربوہ میں بنفسِ نفیس تشریف لائے اور گو ناسازیٔ طبع کے باعث نماز عید تو نہ پڑھا سکے تاہم حضور نے ایک پیغام روح پرور خطبہ ارشاد فرمایا جسے احباب بدر کی ایک گذشتہ اشاعت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب اسی قسم کی دوسری خوش کن خبر ربوہ سے بتاریخ ۱۴ اپریل منعقدہ مجلس شوریٰ کے سلسلہ میں موصول ہوئی ہے کہ مورخہ ۱۴ اپریل کو ساڑھے چار بجے سہ پہر تعلیم الاسلام کالج ہال میں جب جماعت احمدیہ ربوہ کی ...

خطبہ جمعہ

تمہیں خواہ کوئی فائدہ اور حکمت نظر آئے یا نہ آئے قربانیوں کے میدان میں ہمیشہ اپنا قدم آگے بڑھاتے چلے جاؤ

اسلام اُسوقت بھی ہمیں قربانی کا حکم دیتا ہے جبکہ بظاہر وہ رائیگاں جا رہی ہوتی ہے!

ہماری بہنوں کو پردہ کے متعلق اسلامی احکام پر پوری طرح کاربند رہنا چاہیئے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۵ر جون ۱۹۵۴ء بمقام کراچی

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

پہلے تو میں ایک ایسی بات کے متعلق مختصر طور پر کچھ

نصیحت کرنا چاہتا ہوں

جو یہاں مسجد کے باہر مجھے نظر آئی۔ اگلی موٹروں کی سواریاں چونکہ اتر رہی تھیں اس لئے ہماری موٹر کو تھوڑی دیر کے لئے پیچھے کھڑا کرلیا گیا۔ اسی وقت موٹر میں بیٹھے بیٹھے میں نے سامنے کی طرف دیکھا تو مجھے نظر آیا کہ تین چار مستورات جمعہ کے لئے برقعہ پہنے آرہی ہیں۔ لیکن ان کے منہ کا پردہ ایسے رنگ کا تھا جس کو پورا پردہ نہیں کہا جا سکتا

بڑی مشکل یہ ہے

کہ اس زمانہ میں پردہ کے خلاف اتنا رواج ہو چکا ہے کہ دوسری عورتیں تو الگ رہیں جو مسائل جاننے والی عورتیں ہیں ان کو سمجھانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اور پھر خلاف صحت پر آجکل اتنا زور دیا جاتا ہے کہ اس کی آڑ میں پردہ میں بہت کچھ تخفیف کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور بعض عورتیں سانس لینے کے لئے اپنا نقاب اس طرح رکھتی ہیں کہ جس سے پورا پردہ نہیں ہو سکتا۔ اور جب انہیں کچھ کہو تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ اسلام کا اصل منشاء تو گھونگھٹ ہے۔ حالانکہ نقاب کی گھونگھٹ اور چادر کی گھونگھٹ میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ چادر کی گھونگھٹ منہ سے ایک بالشت کے فاصلہ پر ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کا سایہ چہرہ پر پڑتا ہے اور وہ دوسرے کو نظر نہیں آسکتا۔ لیکن نقاب کی گھونگھٹ اول تو باریک کپڑے کی ہوتی ہے اور پھر وہ منہ کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہے جس کی وجہ سے چہرہ پر اس کا سایہ نہیں پڑتا۔ لیکن خواہ تعلیم یافتہ عورتیں ایسا کریں یا غیر تعلیم یافتہ جو چیز ناپسندیدہ ہے وہ بہرحال ناپسندیدہ ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام میں جو اصل پردہ رائج تھا وہ گھونگھٹ تھا اور

وہی اصل پردہ ہے

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ گھونگھٹ کا پردہ بہ نسبت اس پردہ کے جو آجکل ہمارے ملک میں رائج ہے زیادہ محفوظ تھا۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ ہمیں گھونگھٹ نکال کر دکھایا کرتے تھے اور بتایا کرتے تھے کہ

پردہ کا اصل طریق

یہ ہے۔ اگر اس طرح گھونگھٹ نکالی جائے تو لازماً موٹے کپڑے کا چہرہ پر سایہ پڑے گا اور صحیح معنوں میں پردہ قائم رہ سکے گا۔ لیکن موجودہ نقاب کا طریق ایسا ہے جس میں پورا پردہ نہیں ہو سکتا۔ بہرحال ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ اسلامی احکام پر عمل کرے اور اگر اس کے عمل میں کمزوری پائی جاتی ہو تو اسکو دور کرے

پھر اس سے بھی زیادہ نقص میں نے یہ دیکھا کہ ایک خاتون نے ایسا کرتہ پہنا ہوا تھا جس کی آستینیں نہیں تھیں۔ اور اس کا بازو ننگا تھا۔ حالانکہ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے ران ننگی کر دی جائے۔ یا لاتیں ننگی کر دی جائیں۔ چونکہ عورتوں میں اب ایرانی طرز کے برقع کا رواج ہو رہا ہے اور ان کی آستینیں نہیں ہوتیں۔ اس لئے بعض عورتیں وہ برقع پہن کر آجاتی ہیں حالانکہ ہاتھ کے جوڑ سے اوپر سارے کا سارا حصہ پردہ میں شامل ہے بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بیان سے تو پتہ چلتا ہے کہ ہاتھ اور پیر بھی پردہ میں شامل ہیں۔ چنانچہ

روایات میں آتا ہے

کہ جب حج کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت کے ساتھ تشریف لے جاتے اور مرد سامنے آجاتے تو آپؐ فرماتے اب [illegible] لو۔ سامنے مرد آرہے ہیں۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ حکم صرف ازواج مطہرات کے لئے تھا۔ لیکن بہرحال اس سے تو کسی کو بھی انکار نہیں کہ ہاتھ کے جوڑ کے اوپر جو کچھ ہے سب پردہ میں شامل ہے۔ پس یہ امید نہیں [illegible]

عورتوں سے پردہ کروا لو گے کچھ بہرحال انکار کریں گی اور یہ ایسی لڑائی ہے جو چند دن میں ختم نہیں ہو سکتی۔ اور اس کے لئے تمہیں لمبی جدوجہد اور لمبے وعظ اور لمبی نصیحت سے کام لینا پڑے گا۔ پٹھانوں کی طرح تمہیں یہ نہیں چاہیئے کہ جو عورت پردہ نہیں کرتی تم ڈنڈا اٹھاؤ اور اس کے سر پر مارو اور اسے پردہ کرنے پر مجبور کرو۔ تمہارا کام صرف سمجھانا ہے۔ جب تم سمجھاؤ گے تو ماننے والی عورتیں اور ماننے والے مرد بھی نکل آئیں گے اور نہ ماننے والی عورتیں اور نہ ماننے والے مرد بھی نکل آئیں گے۔

تمہارا کام یہ ہونا چاہیئے

کہ تم ہر ایک کو نصیحت کرتے رہو۔ اگر کوئی نہیں مانتا تو لوگوں کو بتاتے رہو کہ صحیح اسلامی تعلیم کیا ہے تاکہ کسی خرابی کی وجہ سے جماعت پر الزام نہ آئے اور مسئلہ میں خرابی پیدا نہ ہو۔ اگر ہم انہیں سمجھائیں گے نہیں تو ہم خدا کے سامنے مجرم ہوں گے اور وہ ہم سے پوچھے گا کہ تم نے ان لوگوں کو کیوں نہ سمجھایا۔ مگر ہم ڈنڈا مارنے لگیں اور جبر سے پردہ کرائیں تب بھی خدا کے حضور مجرم ہوں گے۔ کیونکہ اسلام میں جبر جائز نہیں اور اگر ہم چپ کر رہتے ہیں اور لوگوں کو بتاتے نہیں کہ فلاں کا طریق اسلامی تعلیم کے خلاف ہے یا انہیں صحیح تعلیم سے آگاہ نہیں کرتے تب بھی ہم خدا کے سامنے مجرم ہوں گے اور وہ کہے گا کہ تم نے سلسلہ پر کیوں حرف آنے دیا۔ تمہارا فرض تھا کہ تم بار بار اسلامی تعلیم کو نمایاں کرتے تاکہ کسی شخص کی وجہ سے سلسلہ بدنام نہ ہوتا اور لوگ سمجھتے کہ یہ اس کا ذاتی فعل ہے اگر تم سمجھاتے رہو تو خواہ وہ شخص تمہاری بات نہ مانے کم از کم دوسرے لوگ تم پر اعتراض نہیں کر سکیں گے اور اس کا

نتیجہ یہ ہوگا

کہ آہستہ آہستہ آئندہ نسلیں اسلام کے موقف سے آگاہ ہو جائیں گی اور وہ صحیح مقام پر کھڑے ہونے کے لئے تیار ہو جائیں گی۔ اگر ہم چپ کر رہیں تو آہستہ آہستہ سلسلہ میں ایسا گھن لگ جائے گا جو اس کی جڑوں کو بالکل کھوکھلا کر دے گا۔ اگر ہم بار بار نہ کہیں تو اسلام میں ہم ایک ایسی چیز کا دروازہ کھول دیں گے جسے اسلام جائز قرار نہیں دیتا۔ اگر ہم نصیحت نہیں کریں گے تو لوگ ناواقفیت میں مبتلاء رہیں گے اور جن لوگوں کے اندر اخلاص اور تقویٰ پایا جاتا ہے صرف ان کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اُن کو ہم تباہی کے گڑھے میں گرا دیں گے۔

مومن کا طریق

ہمیشہ وسطی ہوتا ہے جب وہ کسی میں غلطی دیکھتا ہے تو اسے نصیحت کرتا ہے جب وہ نہیں مانتا تو وہ سمجھتا ہے کہ میں نے تو اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اگر تم نہیں مانتے تو تمہاری مرضی۔ تیسرے وہ لوگوں کو ہمیشہ بتلاتا رہتا ہے کہ اس قسم کے کمزور اعمال والے لوگ جماعت کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ ہم تمہیں بتا دیتے ہیں کہ ہمارا مذہب اس کے خلاف ہے۔ جو شخص ان تینوں پہلوؤں کو اختیار کرتا ہے وہ

وسطی طریق

کو اختیار کرتا ہے۔ جو شخص خاموش رہتا ہے اور لوگوں کو بتاتا نہیں کہ فلاں کا فعل سلسلہ اور اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے وہ مذہب کو بدنام کرتا ہے۔ جو شخص دوسرے پر جبر کرتا ہے وہ اس کے ایمان کو ضائع کرتا اور اس کے اندر ڈر اور خوف پیدا کرتا ہے۔ اور جو شخص نصیحت کرتا وہ ناکردہ گناہ لوگوں کو بھی جہنم میں ڈالتا ہے۔ یہ تینوں طریق ہیں جو ایک سچے مومن کو اختیار کرنے چاہئیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فذکر ان نفعت الذکریٰ۔ لوگوں کو

ہمیشہ نصیحت کرتے رہو

کیونکہ نصیحت ہمیشہ فائدہ پہنچایا کرتی ہے اور پھر فرماتا ہے لست علیھم بمصیطر نصیحت کے یہ معنے نہیں کہ تم لٹھ لے کر دوسروں کے پیچھے دوڑتے پھرو۔ اور ان کو جبر سے منوانے کی کوشش کرو

اس کے بعد میں دوستوں کو اس امر کی طرف

توجہ دلانا چاہتا ہوں

کہ میں جو کراچی آیا تھا تو درحقیقت اس غرض کے لئے آیا تھا کہ یہاں علاج کا کوئی پہلو نکل آئے اور کچھ ٹھنڈک کی وجہ سے جسم کو آرام بھی پہنچے کیونکہ عام طور پر سمندر کے کناروں پر موسم نسبتاً ٹھنڈا ہوتا ہے مگر اس میں کچھ غلطی ہوگئی کیونکہ ان دنوں یہاں موسم بالعموم گرم

ہے۔ چنانچہ یہاں آنے کے بعد گرمی بھی پڑی اور لوئیں بھی چلیں جس کی وجہ سے اس قدر افاقہ نہیں ہوا جس قدر ہونا چاہیئے تھا۔ اور چونکہ میں علاج کے لئے آیا تھا۔ اس لئے میری نیت یہی تھی کہ میں کم ملاقاتیں کروں گا تاکہ طبیعت پر کوئی بوجھ نہ پڑے

اس کے نتیجہ میں

لازمی طور پر وہ احباب جنہوں نے اپنے اخلاص میں قریب آنے کی کوشش کی۔ وہ ملاقات سے محروم رہے۔ اور پھر نمازوں میں بھی زیادہ نہیں آسکا کیونکہ ضعف کی وجہ سے سیڑھیوں پر چڑھنا اترنا گھٹنے برداشت نہیں کر سکتے۔ دوسرے میں زیادہ بول بھی نہیں سکتا۔ چنانچہ جیسا کہ دوستوں کو معلوم ہے ہر خطبہ کے بعد مجھے سر درد ہو جاتا ہے۔ اور پھر نماز میں چونکہ بلند آواز سے تکبیریں کہنی پڑتی ہیں۔ اور بعض نمازوں میں قرآن شریف کا بھی کچھ حصہ پڑھنا پڑتا ہے۔ اور میرے لئے چھوٹی سے چھوٹی آواز نکالنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے میں نمازوں میں نہیں آتا رہا۔ لیکن باوجود اس کے کہ جماعت کے دوست بھی بہت دور دور رہتے تھے اور میں بھی نمازوں میں نہیں آسکتا تھا۔ پھر بھی لوگ اخلاص اور عقیدت کے ساتھ بڑی کثرت کے ساتھ آتے رہے ہیں۔ چونکہ جماعت میں بعض کمزور طبائع بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ ایسے موقع پر وہ یہ خیال کر لیں کہ ہمیں وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے جبکہ انہوں نے آنا نہیں اگر آئیں تو بیٹھتے نہیں ایسی صورت میں ہمیں اپنا وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے اس کے مقابل میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ہمارا وہاں جانا اپنی ذات میں ایسا فعل ہے جو ثواب کا مستحق بنا دیتا ہے۔ یہ

دونوں قسم کے گروہ

ہیں۔ جو عموماً جماعت میں ہوا کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس گروہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ [illegible] ... جن کا یہ خیال ہے کہ وہاں جانے کا فائدہ کیا ہے جبکہ وہ نمازوں کے لئے نہیں آتے اُن کو میں کچھ کہتا نہیں صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک واقعہ ان کو سنا دیتا ہوں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مسجد میں کھڑے تقریر فرما رہے تھے کہ ہجوم زیادہ ہو گیا اور کناروں کے لوگ کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ جب کناروں پر لوگ کھڑے ہوں تو اُن سے ٹکرا کر آواز واپس آ جاتی ہے لیکن جب وہ کھڑے ہو گئے تو پیچھے تک آواز نہیں پہنچ سکے۔ بس

یہی طریق تھا

کہ تقریر کرنے والے کو اونچی آواز سے بولنا پڑتا تھا۔ مگر پھر کچھ اور لوگ آ گئے اور وہ ان کھڑے ہونے والوں کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ ان تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز نہیں پہنچتی تھی۔ کچھ دیر تو وہ کھڑے رہے لیکن آخر مایوس ہو کر ان میں سے کچھ لوگ واپس چلے گئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے الہاماً ان لوگوں کے حالات کی اطلاع دے دی۔ اور آپ نے فرمایا۔ اے لوگو مجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ کچھ لوگ اس مجلس میں ایسے آئے ہیں جنہیں میری باتیں سننے کا موقع ملا اور انہوں نے میری باتوں سے فائدہ اُٹھایا جس نیت اور ارادہ کے ساتھ وہ لوگ آئے تھے اس نیت اور ارادہ کے مطابق اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے سامان بہم پہنچا دیا اور وہ

خدا تعالےٰ کی رضا

کے وارث ہوئے۔ پھر کچھ لوگ ایسے تھے جو اس مجلس میں آئے ان کے کانوں میں کوئی آواز نہ پڑی اس پر بھی انہوں نے کہا کہ جب ہم نیک نیتی سے آئے ہیں تو چلو خواہ آواز ہمارے کانوں میں پڑے یا نہ پڑے ہم یہیں بیٹھے رہتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالےٰ نے اپنے فرشتوں سے کہا کہ یہ دین کی باتیں سننے کے لئے آئے تھے۔ اگر انہیں آواز نہیں پہنچی تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں۔ اس لئے جو کچھ سننے والوں نے فائدہ اُٹھایا ہے وہی ان کو فائدہ پہنچا دیا جائے۔ پھر کچھ لوگ ایسے تھے جنہیں آواز نہ آئی تو وہ اس مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ انہوں نے چونکہ میری مجلس سے منہ موڑ لیا۔ اس لئے میں نے بھی اُن کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ تو بیشک بعض دفعہ انسان ایک کام کرتا ہے۔ اور اس کا کوئی فائدہ محسوس نہیں کرتا۔ مگر درحقیقت اسی قسم کی چیزیں ہی جو انسان کے اندر

اخلاقی مضبوطی

پیدا کرتی ہیں اور وہ سمجھ لیتا ہے کہ جب بظاہر قربانی رائیگاں جا رہی ہو اس وقت بھی انسان کو قربانیوں کے میدان میں ہمیشہ اپنا قدم آگے بڑھاتے چلے جانا چاہیئے۔ شریعت نے حج کے موقعہ پر جو قربانی رکھی ہے وہ اتنی کثرت کے ساتھ ہوتی ہے کہ تمام لوگ یہاں اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے یہاں تو ہم عید کے موقع پر بکرے ذبح کرتے ہیں تو کئی دوستوں کی طرف سے شکائتیں آ جاتی ہیں کہ ہمیں بھول گئے۔

اس کی وجہ یہی ہوتی ہے

کہ دوستوں کا حلقہ وسیع ہوتا ہے میرے ہاں بھی پانچ سات بکرے ذبح ہوتے ہیں اور پھر گائیں بھی ذبح ہوتی ہیں۔ لیکن چونکہ تعلق والے بہت پھیلے ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر کسی کے ہاں گوشت نہ پہنچے تو وہ سمجھتا ہے کہ ہمیں مخلص نہیں سمجھا گیا۔ پس ہم لوگ ان قربانیوں کا اندازہ نہیں کر سکتے جو حج کے موقعہ پر کی جاتی ہیں۔ جو لوگ حج کے بعد واپس آتے ہیں وہ بالکل اور نظارے کرتے ہیں۔ وہاں بکرے کو ذبح کرنے کے بعد اس کے گوشت کے سنبھالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہاں ہزاروں بکرے ذبح ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور آدمی اتنا ہوتا نہیں جو ان کا گوشت استعمال کر سکے ایسے موقع پر عموماً بدوی آ جاتے ہیں۔ جو گوشت سکھانے کے لئے ان بکروں کو گھسیٹ کر لے جاتے ہیں۔ ہمیں چونکہ احساس تھا کہ گوشت کو کسی نہ کسی طرح ضرور

تقسیم کرنا چاہیئے

اس لئے ہم نے بعض لوگوں سے مل کر اس کی تقسیم کا انتظام کر لیا تھا مگر ادھر دنبہ پر چھری پھیری اور اُدھر میں نے دیکھا کہ بدوی اس دنبہ کو گھسیٹتے چلے جا رہے ہیں اور قہقہے لگا رہے ہیں۔ اس وجہ سے جو لوگ یہ نظارہ دیکھ کر آتے ہیں وہ یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اسلام نے یہ قربانی بغیر کسی حکمت کے رکھی ہے۔ کیوں نہ اس روپیہ کے بدلہ میں کالج جاری کئے جائیں۔ فرض کرو پچاس ہزار بکرا ذبح ہوتا ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ پانچ لاکھ کا بکرا ذبح ہو جاتا ہے جو گائیں وغیرہ ہوتی ہیں ان سب کو ملا کر اندازاً سات آٹھ لاکھ روپیہ ان قربانیوں پر خرچ ہو جاتا ہے پس

لوگ اعتراض کرتے ہیں

کہ بجائے اس کے کہ یہ روپیہ قربانیوں پر ضائع کیا جائے کیوں نہ اس کے بدلہ میں غریبوں کی تربیت کا انتظام کیا جائے اور مکہ مکرمہ میں کالج اور سکول وغیرہ جاری کر دیئے جائیں۔ میں ہمیشہ ان کو یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ بعض دفعہ قوم پر ایسے اوقات بھی آ جایا کرتے ہیں جب اسے ایسی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں جو بظاہر بے فائدہ ہوتی ہیں۔ اسی کی ٹریننگ کے لئے اسلام نے یہ سلسلہ جاری کیا ہے تاکہ ایسے مواقع پر خواہ انہیں کوئی حکمت نظر آئے یا نہ آئے وہ

قربانی کرتے چلے جائیں

بعض دفعہ کسی ملک میں ایک ایسا شخص ہوتا ہے اور وہاں کی حکومت مذہب کے خلاف کوئی جابرانہ حکم دے دیتی ہے جس سے وہ اسلام کو مٹانا چاہتی ہے ایسی صورت میں اسلامی تعلیم کے مطابق وہ یہ نہیں کہے گا کہ جب قربانی کا کوئی فائدہ نہیں تو میں اپنے آپ کو کیوں قربان کروں بلکہ وہ فوراً قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دے گا کیونکہ جب تک وہ اپنے آپ کو قربان نہیں کرے۔ دوسرے لوگوں کے دلوں میں قربانی کی تحریک پیدا نہیں ہوگی وہ اگر پھانسی پر لٹکا دیا جائے تو اس کے بعد کوئی دوسرا شخص پھانسی کے تختہ پر چڑھنے کے لئے نکل آئے گا۔ وہ دوسرا شخص پھانسی دیا جائے گا۔ تو تیسرا شخص نکل آئے گا اور اس طرح قدم بہ قدم تمام قوم میں ایسا جوش پیدا ہو جائے گا کہ وہ اسلام کی حفاظت کے لئے دیوانہ وار کود پڑے ہو جائیں گے اور کفر کو شکست کھانے پر مجبور کر دیں گے۔ جب

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

نے مکہ مکرمہ میں دعوے فرمایا تو اس وقت جن صحابہؓ نے قربانیاں کیں بظاہر کیسی بے فائدہ اور کیسی بے نتیجہ نظر آتی تھیں۔ مگر انہی قربانیوں کے نتیجہ میں مکہ فتح ہوا اور سارا عرب اسلامی جھنڈے کے نیچے آ گیا۔ جب صحابہؓ مکہ میں قربانیاں کر رہے تھے اس وقت کوئی شخص قیاس بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ایک دن انہی قربانیوں کے نتیجہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو عظیم الشان شوکت ملنے والی ہے اس وقت جن عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر انہیں مارا جاتا تھا۔ جن مردوں کو اُونٹوں کے ساتھ باندھ کر اُن کو چیرے ٹکڑے ٹکڑے کیا جاتا تھا۔ اُن عورتوں اور مردوں کی قربانیوں کو دیکھ کر

ہر شخص سمجھتا تھا

کہ یہ لوگ بے کار اپنی عمریں ضائع کر رہے تھے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک عثمانؓ بن مظعون بھی تھے عرب کا ایک مشہور ترین شاعر لبید ایک مجلس میں اپنے اشعار سنا رہا تھا کہ اس نے یہ مصرع پڑھا ؎

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل

سنو کہ خدا کے سوا ہر چیز تباہ ہونے والی ہے۔ عثمان بن مظعون نے یہ مصرع سنتے ہی بڑے زور سے کہا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ خدا کے سوا واقعہ میں ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ عثمان بن مظعون کا یہ کلمہ

اس وقت چھوٹی عمر کے بچے تھے۔ جب انہوں نے تعریف کی تو ست عرنار اض ہو گیا۔ اور اس نے لوگوں سے کہا کہ اس لڑکے نے میری ہتک کی ہے۔ کیا میں اپنے اشعار میں ایک چھوکرے کی تائید کا محتاج ہوں۔ بعض لوگ اسے مارنے کے لئے اُٹھے مگر بعض اور نے دخل دے کر اس معاملہ کو رفع دفع کرا دیا اور لبید سے کہا کہ اب تم سنا ؤ کچھ نہیں کہتا اس کے بعد لبید نے اس شعر کا دوسرا مصرع پڑھا کہ

وکل نعیم لا محالۃ زائل

یعنی ہر نعمت بہرحال ایک دن ختم ہونے والی ہے اس پر

عثمان بن مظعون رضؓ

سے برداشت نہ ہو سکا۔ اور انہوں نے کہا جنت کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ لبید کو سخت غصہ آیا اور اس نے کہا میں اس مجلس کا اب اپنے شعر سنانے کے لئے تیار نہیں۔ اس پر لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے عثمان رضؓ کو مارنا شروع کر دیا۔ ایک شخص نے زور سے گھونسہ مارا تو وہ عثمان بن مظعون کی آنکھ پر لگا اور ان کا ایک ڈیلا باہر نکل آیا۔ ان کے والد کا ایک دوست بھی اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور پہلے وہ اسی کی پناہ میں تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ دوسرے مسلمانوں کو ماریں پڑ رہی ہیں اور وہ آرام سے مکہ میں پھرتے ہیں تو انہوں نے اس رئیس سے جا کر کہہ دیا کہ میں تمہاری پناہ میں نہیں رہنا چاہتا۔ چنانچہ

اس نے اعلان کر دیا

عثمان رضؓ اب میری پناہ میں نہیں ا سے یہ جرأت تو نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ سب لوگوں کے سامنے ان کی مدد کرتا۔ لیکن جب ان کی آنکھ نکل گئی تو جس طرح کسی غریب آدمی کے بچے کو کوئی امیر آدمی کا بچہ مارتے پیٹے تو غریب ماں اپنے بچہ کو ہی مارتی ہے۔ اور اسی پر غصہ نکالتی ہے اسی طرح وہ اُن مارنے والوں پر تو غصہ نہیں نکال سکتا تھا اس نے عثمان رضؓ پر ہی غصہ نکالا اور کہا کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو میری پناہ سے نہ نکل اب دیکھا تو نے کہ اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ حضرت عثمان بن مظعون رضؓ نے جواب دیا کہ چچا تم تو مجھ پر اس لئے خفا ہو رہے ہو کہ میری ایک آنکھ کیوں نکلی۔ خدا کی قسم میری تو دوسری آنکھ بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں نکلنے کے لئے تڑپ رہی ہے۔ اب کیا کوئی عقلمند اس وقت قیاس کر سکتا تھا کہ ان کی ایک آنکھ کا نکلنا دین کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

واقعہ یہی ہے

کہ اس وقت یہ تمام قربانیاں بالکل بے کار نظر آتی تھیں لیکن اگر عثمان بن مظعون کی ایک آنکھ خدا تعالیٰ کے راستے میں نہ نکلتی اگر عثمان بن مظعون رضؓ کی دوسری آنکھ خدا تعالیٰ کی راہ میں نکلنے کے لئے تڑپ نہ رہی ہوتی۔ اگر عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے نہ مارے جاتے۔ اگر مکہ کے ابتدائی دور میں صحابہ اپنی جانیں قربان نہ کرتے تو مسلمان وہ قربانیاں پیش نہ کر سکتے جو انہوں نے بدر اور اُحد کے موقعہ پر پیش کیں وہ قربانیاں کبھی پیش نہ کر سکتے جو انہوں نے احزاب کے موقعہ پر پیش کیں۔

یہی بے مصرف قربانیاں تھیں

جنہوں نے ان کے اندر جوش پیدا کیا ان کے اندر اخلاص پیدا کیا اور اس قربانی کے نہایت اعلیٰ مقام پر لا کر کھڑا کر دیا تو وہ دوست جو مجھے ملنے کے لئے آتے رہے لیکن میں ان سے نہ مل سکا میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں اسبارہ میں اپنی تکلیف کی وجہ سے معذور تھا۔ مجھے دکھ بھی ہوتا ہے کہ وہ آتے ہیں اور میں مجلس میں بیٹھ نہیں سکتا میں سمجھتا ہوں اُن کی یہی قربانی اُنہیں آئندہ بڑی قربانیوں کے لئے تیار کر دے گی اور ان کے اندر ایک نیا عزم اور نئی ہمت پیدا کر دے گی بہرحال یہاں کی جماعت اپنی جد وجہد اور قربانی کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کچھ اس میں اس بات کا بھی دخل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بعض خاندانوں کو دین کی خدمت کا خاص موقع عطا فرما دیتا ہے اور ان کی وجہ سے جماعت ترقی کر جاتی ہے۔ سترہ اٹھارہ سال کی بات ہے میں نے

رؤیا میں دیکھا

کہ میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوں اور میرے سامنے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور گیارہ بارہ سال کی عمر کے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے دائیں بائیں چوہدری عبداللہ خاں صاحب اور چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیٹھے ہیں اور ان کی عمریں بھی آٹھ آٹھ نو نو سال کے بچوں کی سی معلوم ہوتی ہیں۔ تینوں کے منہ میری طرف ہیں اور تینوں مجھ سے باتیں کر رہے ہیں اور بڑی محبت سے میری باتیں سن رہے ہیں۔ اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں میرے بیٹے ہیں اور جس طرح فراغت کے وقت ماں باپ اپنے بچوں سے باتیں کرتے ہیں اسی طرح میں ان سے باتیں کر رہا ہوں (الفضل ۲۴ر مئی ۱۹۴۲ء)

جس وقت میں نے یہ رؤیا دیکھا اس وقت ان کے بھائی چوہدری شکر اللہ خاں صاحب بھی زندہ تھے۔ مگر رؤیا میں میں نے ان کو نہیں دیکھا صرف ان تینوں بھائیوں کو دیکھا چنانچہ اس رؤیا کے بعد اللہ تعالیٰ نے

چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب

کو جماعت کا کام کرنے کا بڑا موقع دیا اور لاہور کی جماعت نے ان کی وجہ سے خوب ترقی کی۔ اس کے بعد چوہدری عبداللہ خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے کراچی میں کام کرنے کی توفیق دی اور چوہدری اسد اللہ خاں صاحب آجکل لاہور کی جماعت کے امیر ہیں۔ لیکن بہرحال جماعت کے اندر بھی کوئی خوبی ہوتی ہے جب اسے اچھا کام کرنے والا امیر مل جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوتا ہے تو اچھے آدمی کو اچھی جماعت مل جاتی ہے اور اچھی جماعت کو

اچھا امیر مل جاتا ہے

اور جب خرابی پیدا ہو جائے تو بعض جگہ بُرا امیر مل جاتا ہے اور بعض دفعہ اچھے امیر کو بُری جماعت مل جاتی ہے جو اس کے حوصلوں کو پست کر دیتی ہے بہرحال یہ جماعت ایک رنگ میں مرکزی جماعت ہونے کی وجہ سے بہت اہم ہے اور اس وجہ سے اسے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور ان شبہات کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جو ہمارے متعلق لوگوں کے قلوب میں پائے جاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ایک دوست نے سنایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں فیروزپور کے ایک مولوی صاحب نے کسی گاؤں میں تقریر کی۔ اور اس میں کہا۔ دیکھو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب محض دھوکا دیتے ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ ہم

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کو مانتے ہیں۔ تو اس سے مراد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں ہوتے بلکہ مرزا صاحب ہوتے ہیں۔ اور جب وہ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ تو اس سے مراد محمد رسول اللہ نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ مراد ہوتی ہے کہ (نعوذ باللہ) مرزا صاحب خاتم النبیین ہیں۔ اور جب وہ کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے تو اس سے بھی خدا مراد نہیں ہوتا بلکہ (نعوذ باللہ) مرزا صاحب مراد ہوتے ہیں۔ اور وہ انہیں خدا کہتے ہیں پھر کہنے لگا۔ میں تمہیں ایک واقعہ سناؤں۔ میں قادیان گیا۔ میرے ساتھ ایک اور مولوی بھی تھا۔ ہمیں مہمان خانہ میں ٹھہرایا گیا۔ میں جانتا تھا۔ کہ مرزا صاحب کھانے پر جادو کر کے کھلواتے ہیں۔ جس سے وہ اُن کے دعویٰ کو ماننے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ کھانا آیا تو میں نے نہ کھایا۔ لیکن میرے ساتھی نے کھا لیا۔ صبح کی نماز کے بعد ناشتہ آیا جس میں حلوہ رکھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے ساتھی کو سمجھایا کہ یہ حلوہ نہیں کھانا۔ مگر اس نے میری بات نہ مانی اور حلوہ کھا لیا۔ حلوہ کھاتے ہی وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ بس

میرا دل صاف ہو گیا

ہے مرزا صاحبؑ جو کچھ کہتے ہیں بالکل درست ہے۔ اس کے بعد شکرم آئی جس میں مرزا صاحبؑ اور مولوی نورالدین صاحبؓ دونوں بیٹھ گئے اور ہمیں بھی اس میں بٹھا لیا۔ حلوا مولوی نورالدین صاحبؓ پکایا کرتے تھے اور وہی جادو پھونک کر لوگوں کو کھلایا کرتے تھے۔ جب سیر کرنے کو ہم قادیان سے باہر نکلے تو مرزا صاحبؑ نے کہا اصل بات یہ ہے کہ خدا نے مجھے محمدؐ بنا دیا ہے۔ میرا دوسرا ساتھی کہنے لگا حضرت بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن میں چپ کر کے بیٹھا رہا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے ختم نبوت کا مسئلہ بالکل درست ہے۔ لیکن

اصل بات یہ ہے

کہ لوگوں کو دھوکہ لگ گیا ہے۔ انہوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنا شروع کر دیا ہے۔ حالانکہ اصل میں میں خاتم النبیین ہوں میرے ساتھی نے پھر اس کی تصدیق کر دی۔ لیکن میں خاموش بیٹھا رہا آخر میں مرزا صاحب کہنے لگے کہ یہ تو درست ہے کہ خدا ایک ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ خدا سے مراد بھی میرا ہی وجود ہے۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو میں نے فوراً کہا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ اس پر مرزا صاحبؑ نے مولوی نورالدین صاحبؓ کی طرف دیکھا اور کہنے لگے کیا ان کو حلوا نہیں کھلایا تھا۔

مولوی صاحبؓ گھبرا گئے

اور انہوں نے کہا میں نے تو کھلا دیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کھایا نہیں۔ جب وہ تقریر کر رہا تھا تو اتفاقاً فیروزپور کا ایک غیر احمدی وکیل جو بیمار ہو کر علاج کے لئے کچھ عرصہ قادیان رہ چکا تھا جوش سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا تجھے جھوٹ بولتے حیا نہیں آتی میں خود قادیان میں رہ چکا ہوں۔ جتنی باتیں تو نے بیان کی ہیں وہ سب کی سب جھوٹ اور افترا ہیں اس پر وہ شرمندہ اور لاجواب ہو گیا۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے

کہ ہمارے متعلق لوگوں کے دلوں میں کس قسم کی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے رشتہ داروں کے پاس جاؤ اور ان کے شبہات کا ازالہ کرو کبھی اپنے بھائی کے پاس جاؤ کبھی بہن کے پاس جاؤ کبھی ساس کے پاس جاؤ کبھی خسر کے پاس جاؤ کبھی سالے کے پاس جاؤ کبھی ہمسایہ کے پاس جاؤ کبھی ہمسایہ کے ہمسایہ کے پاس جاؤ۔ اور ان کو بتاؤ کہ احمدیت اسلام سے کوئی الگ چیز نہیں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے عزیزوں کے دل بھی ایک دن کھول دیگا اور انہیں کھینچ کر خدا تعالیٰ کی طرف لے آئے گا۔ (الفضل ۴ر [illegible])

صدر جمہوریہ متحدہ عرب جناب جمال عبدالناصر کے نام

جماعت احمدیہ مدراس کا ایک تبلیغی مکتوب اور لٹریچر کی پیشکش!

محترم جناب جمال عبدالناصر صدر جمہوریہ متحدہ عرب ۵ / اپریل کو مدراس تشریف لائے۔ مہمان عزیز کو اس ورود مسعود پر جماعت احمدیہ مدراس کی طرف سے خوش آمدید کہتے ہوئے انہیں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی سے واقف کرانے کے لئے تبلیغی مکتوب لکھا گیا۔ اور اس کے ہمراہ جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع شدہ عربی اور انگریزی لٹریچر بھی ارسال کیا گیا۔ مرسلہ مکتوب انگریزی کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

(شریف احمد امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمدیہ مسلم مشن	عزت مآب جمال عبدالناصر
اسلامک سنٹر مدراس ۱۴	صدر جمہوریہ متحدہ عرب
۵ / اپریل ۱۹۶۰ء	نزیل راج بھون۔ مدراس
برادرِ اسلام!	السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عالیجناب کی مشہور مدراس میں تشریف آوری پر ہم جماعت احمدیہ کی طرف سے خوش آمدید کہتے ہوئے آپ کی خدمت میں اھلاً وّ سھلاً وّ مرحبا کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔

صدر محترم! احمدیہ تحریک آپ کے لئے کوئی عجیب و انوکھی چیز نہیں۔ اس کی شاخیں اکنافِ عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور آپ کے وطن عزیز جمہوریہ متحدہ عرب میں بھی قائم ہیں۔ آنمکرم کی ہمارے وطن ہندوستان میں تشریف آوری اپنے اندر کس قدر اہمیت رکھتی ہے۔ اس سے قطع نظر کرتے اور اُفق سیاسیات سے بالا ہوتے ہوئے ہماری نظریں اُس گرانبہا خدمت پر پڑ رہی ہیں۔ جو دنیائے عرب نے مذہب اسلام کے ذریعہ انسانیت اور تہذیب کی انجام دی ہے۔ باقی دنیا تو آپ کی شخصیت میں صرف معرکی سیاسی آزادی۔ جمہوریہ عرب میں اصلاحات ملکی۔ اور معرکہ سویز کی فتحیابی کو دیکھ رہی ہے۔ مگر ہماری نگاہیں آپ کی ذات میں مستقبل میں اسلام کی سربلندی اور دنیائے عرب کی ترقی کو دیکھ رہی ہیں۔ مگر ہمارے اس "مقصد اعلیٰ" کا حصول اُس جذبے اور ولولہ پر منحصر ہے جس کو لے کر ترقی کی شاہراہ پر چلیں گے۔ اور ہم دیانتداری سے یہ محسوس کر رہے ہیں کہ انسانیت کی اصلاح و بہبود کے لئے صرف "سیاسی بیداری" ہی کافی نہیں۔ بلکہ جب تک اللہ تعالیٰ کی حکومت انسانی قلوب پر تمام منہ ہو جائے دنیا کو امن و سکون نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے ہم آنمکرم کی خدمت میں خلوص قلب سے عرض کرتے ہیں کہ ہندوستان اور دنیائے عرب کے تعلقات کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا جائے۔ صرف سیاسی حیثیت سے نہیں بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ پھر ہم اپنے "خدا" کو پالیں۔

اس زمانہ میں جبکہ مادی طاقتیں اپنے عروج پر ہیں۔ یہ ایک فطرتی تمنا ہے۔ کہ ہم جمہوریہ متحدہ عرب سے توقع رکھیں کہ وہ دنیا کی گمشدہ کڑی کو واپس لائے۔ وہ گمشدہ کڑی جو بندے اور اس کے خالق و مالک سے تعلقات محبت کو از سرنو قائم کرے۔ اور حقیقت میں یہی وہ عربی روایات ہیں جنہوں نے عربی نسل کو دنیا میں ایک اتحاد پیدا کرنے والی طاقت بنا دیا تھا۔

صدر محترم! آپ نے علیگڑھ میں خطاب فرماتے ہوئے یہ امر بالکل بجا فرمایا تھا کہ

"آئندہ سائنس کی اجارہ داری سرمایہ داری کی ایک نئی قسم ہوگی"

سرمایہ داری کیا بلکہ مادیت کی نئی شکل و صورت ہوگی۔ ہم سرمایہ داری یا مادیت کی اس نئی شکل و صورت پر قابو نہیں پا سکتے جب تک کہ افراد کی سرمایہ دارانہ ذہنیت یا مادیت کی رگوں میں مذہب و روحانیت کا ٹیکہ نہ لگائیں۔ پس اس الحاد و مادیت کے قلع قمع اور روحانیت و انسانیت کے اُجاگر کرنے کے لئے ہی "تحریک احمدیت" خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کی گئی ہے۔ احمدیت کوئی انسانی تحریک نہیں بلکہ خالص خدا کی قائم کردہ ہے۔ اور اس کا قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن پیشگوئیوں کے عین مطابق عمل میں آیا ہے۔ جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ غلبہ دین کے لئے ظہور مہدی و مسیح موعود کی ذات سے وابستہ تھیں اور اشاعت اسلام کی جو شاندار خدمات اس جماعت نے اب تک انجام دی ہیں۔ وہ اظہر من الشمس ہیں۔

ہم آپ کی خدمت میں اسلامی اصول کی فلاسفی (جو کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی معہود کی تالیف منیف ہے) کا عربی ترجمہ "الخطاب الجلیل" اور دیگر لٹریچر کا تحفہ ارسال کرتے ہیں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ بظاہر یہ معمولی چیز ہے مگر حقیقت میں قیمتی موتی اور جواہر ہیں۔ امید ہے آپ ان کتب کا مطالعہ فرمائیں گے۔ خدا آپ کا اور ہمارا ہادی اور حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

آپ کا خیراندیش محمد کریم اللہ نوجوان سیکرٹری جماعت احمدیہ مدراس

جناب چوہدری برکت علی خان صاحب وکیل المال پنشنر کی وفات پر

صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے تعزیتی ریزولیوشن

مورخہ ۷ ؍ کو جناب چوہدری برکت علی خان صاحب وکیل المال (پنشنر) کی ربوہ میں وفات افسوسناک خبر شائع ہو چکی ہے۔ اس سلسلہ میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے زیر ۱۲۷ حسب ذیل تعزیتی ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

تحریک جدید انجمن احمدیہ اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کو مکرم چوہدری برکت علی خان صاحب وکیل المال (پنشنر) کی وفات پر دلی رنج و افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ محترم چوہدری صاحب مرحوم کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں شمولیت کا شرف حاصل تھا آپ ۱۹۰۲ء میں بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے اس کے بعد آپ نے تمام عمر خدمت سلسلہ میں بسر کی۔ اور نصف صدی سے زائد عرصہ تک صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے دفاتر میں شاندار خدمت بجا لاتے رہے۔ آپ جس اخلاص ایثار اور قربانی کے جذبے کے ساتھ خدمات سلسلہ آخر دم تک سرانجام دیتے رہے۔ وہ تاریخ سلسلہ میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گا۔ اور تحریک جدید کے مالی شعبہ کی نمایاں کامیابی کا سہرا آپ کی شب و روز مساعی و محنت کا مرہون منت ہے۔ آپ ۱۹۳۶ء تک صدر انجمن احمدیہ کے شعبوں میں خدمات سلسلہ سرانجام دیتے رہے۔ اور آڈیٹر کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے ۱۹۳۶ء میں سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے تحریک جدید کا اجراء ہونے پر آپ ۱۹۳۴ء تا ۱۹۳۶ء بیک وقت آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ اور فنانشل سیکرٹری تحریک جدید کے عہدوں پر فائز رہے۔ صدر انجمن احمدیہ سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد آپ کی تمام تر توجہ تحریک جدید کے مالی جہاد کو کامیاب بنانے پر مرکوز رہی اور جس والہانہ جذبہ اور محنت کے ساتھ آپ نے اس شعبہ میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں وہ جماعت کے کسی شخص سے مخفی نہیں۔ ۱۹۵۶ء میں وکیل المال کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہو جانے کے باوجود تحریک جدید انجمن احمدیہ آپ کی خدمات و تجربہ سے مستفید ہوتی رہی اور کتاب پانچ ہزاری مجاہدین کے انیس سالہ حسابات کی تکمیل و طباعت کا کام بھی آپ کے سپرد رہا۔

آپ کی وفات سے صحابہ کرام کی محدود تعداد میں کمی پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور آپ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اسے اپنے فضل سے پورا فرمائے مرحوم کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

موجودہ مالی سال ختم ہو رہا ہے!

وصولی چندہ جات کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے

موجودہ مالی سال کے ختم ہونے میں اب بمشکل چند روز باقی ہیں اور ابھی متعدد جماعتیں ایسی ہیں جن کی طرف سے ادائیگی لازمی چندہ جات بجٹ کے مطابق نہیں ہوئی ہے ایسی تمام جماعتوں کے عہدیداران اور علاقہ کے مبلغین صاحبان کی خدمت میں بجٹ وصولی اور بقایا کی پوزیشن سے اطلاع دیتے ہوئے خاص توجہ اور جدوجہد کرنے کی تحریک کی جا چکی ہے احباب جماعت کی آگاہی کے لئے مالی قربانیوں کی اہمیت کے متعلق سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کا ایک اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

"دنیا میں آج کونسا سلسلہ ہے جو خواہ دنیاوی حیثیت ہے یا دینی بغیر مال چل سکا ہو دنیا میں ہر ایک کام اسلئے کہ عالم اسباب ہے اسباب سے ہی چلایا جاتا ہے۔ پس کس قدر بخیل اور مسکین وہ شخص ہے جو ایسے عالی مقصد کی کامیابی کے لئے ادنیٰ چیز مثلاً چند پیسے نہیں دے سکتا ایک وہ زمانہ تھا کہ الٰہی دین پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ اور بکری کی طرح نثار کرتے تھے۔ مال کا تو کیا ذکر۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سے زیادہ دفعہ اپنا کل گھر بار نثار کیا حتی کہ سوئی تک کو گھر میں نہ رکھا اور ایسا ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بساط و انشراح کے موافق اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی طاقت و حیثیت کے موافق علیٰ ہذا القیاس علیٰ قدر مراتب تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی جانوں، مالوں سمیت دین الٰہی پر قربان ہونے کیلئے تیار ہو گئے ایک وہ ہیں کہ بیعت تو کر جاتے ہیں اور اقرار بھی کر جاتے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے مگر مدد و امداد کے موقعہ پر اپنی جیب کو دبا کر پکڑ رکھتے ہیں بھلا ایسی محبتِ دنیا سے کوئی دینی مقصد پا سکتا ہے؟"

سیدنا حضرت اقدس کے مندرجہ بالا اقتباس سے واضح ہے کہ جب ایک طرف اپنی ذاتی اور خاندانی ضروریات درپیش ہوں اور دوسری طرف دینی ضروریات قربانی و ایثار کی متقاضی ہوں تو ہمارے عہد بیعت کا تقاضا یہ ہونا چاہیئے کہ بشاشت ایمانی کے ساتھ قربانی کے میدان میں اپنا قدم آگے بڑھا کر فرض شناسی کا ثبوت دیں۔ لہذا تمام عہدیداران جماعت کی خدمت میں گذارش ہے کہ موجودہ بجٹ کی بقیہ چندہ رقوم کی وصولی کے کام کو تیزی سے تیز کر دیں اور تمام وصول شدہ رقوم کو تفصیل کے ساتھ آخر اپریل سے قبل [illegible] ناظر بیت المال قادیان

یوم مسیح موعودؑ کی مبارک تقریب پر

مختلف مقامات میں جلسہ ہائے سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انعقاد

(۳)

بمبئی میں "یوم مسیح موعود علیہ السلام"

فلسفہ امامت پر تقریر

بمبئی ۲۰ر اپریل - آج جماعت احمدیہ بمبئی کی طرف سے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ "یوم مسیح موعود" منایا گیا۔ "الحق بلڈنگ" کا کمپونڈ نہایت دلفریب طور پر آراستہ کیا گیا تھا۔ یہ کمپونڈ سامعین سے بھرا ہوا تھا۔ حاضرین میں ہر طبقہ و مسلک کے لوگ تھے۔ لیکن اکثریت جماعت بواہیر سے تعلق رکھنے والوں کی تھی۔ جو ایک خاص "فلسفۂ امامت" پر یقین رکھتے ہیں۔ میں نے مذاق سامعین کے مطابق فلسفۂ امامت پر تقریر کی۔

پہلے شیعوں کے تینوں عظیم فرقوں یعنی اثنا عشری مستعلی اور نزاری نے فلسفۂ امامت پر روشنی ڈالی جس کے مطابق امامت موروثی و خاندانی ہوتی ہے۔ ان تینوں فرقوں کی مختصر تاریخ بیان کی۔ ان سب کے دو اہم ائمہ جنہوں نے تبلیغ اسلام میں نمایاں حصہ لیا ہے انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔

پھر میں نے حاضرین کے سامنے اہل سنت والجماعت کا فلسفۂ امامت پیش کرنے کے لئے "ابراہیمی امامت" کا ذکر کیا۔ اور اس آیت کریمہ کی تلاوت کی۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ
بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّیْ
جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔
قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ
لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ

اور جب ابراہیم کو ان کے رب نے چند کلمات کے ذریعہ آزمایا اور وہ پورے اترے تو ان سے خدا نے کہا کہ اور میری ذریت؟ تو خدا نے کہا کہ میرا یہ عہد ظالموں کے لئے نہیں ہے۔

یہ آیت پیش کر کے میں نے کہا کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک امامت خاندانی و موروثی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ موہوبی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ میں نے حدیث مجددین اُمت بھی پڑھی۔ اور مجددوں کی ایک فہرست بھی پیش کی۔ پھر کہا کہ اسی فلسفۂ امامت کے ماتحت حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔ جنہیں ہم مذہبی اصطلاح میں "مسیح موعود" کہتے ہیں۔

اس کے بعد میں نے ۱۸۵۷ء کا ذکر کیا اور اس وقت مسلمانوں کا جو زبوں حال تھا۔ بیان کیا۔ پھر اس عہد میں اصلاح اُمت کے لئے جو کوششیں ہوئیں۔ ان پر روشنی ڈالی۔ اس ضمن میں مسلم کالج علیگڑھ اور دار العلوم دیوبند کا بھی ذکر آیا۔ انکی دینی و دنیوی تعلیم کی کچھ تفصیل سنائی۔ پھر کہا کہ ان تمام اصلاحی کوششوں کے باوجود تبلیغ دین و اشاعت اسلام کا خانہ ابھی تک خالی تھا۔ اور جو در اصل ہماری قومی بیماری کا مداوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے ذریعہ اسی مداوا کا سامان کیا۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ رحمت نے اس زمانہ کی امامت کے لئے آپ کو منتخب کیا۔ اس انتخاب امامت میں خاندان کا دخل تھا نہ وراثت کا۔ بلکہ محض فضل ایزدی کا۔ آپ نے ۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء کو جماعت احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ اور خدا کی طرف سے تبلیغ دین و اشاعت اسلام کے منصب پر مامور ہونے کا اعلان فرمایا اور آج تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ آپ نے اپنی بعثت کی جو غرض بتائی اس میں آپ کامیاب ہوئے اس جگہ میں نے کچھ تفصیل سے جماعت احمدیہ کے کارناموں کا ذکر کیا۔ تراجم قرآن مجید۔ تعمیر مساجد۔ مدارس اخبارات و رسائل وغیرہ کا اجراء ان امور کی کچھ تفصیل بتائی۔ تو سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ خصوصاً جب میں نے حاضرین کو انگریزی قرآن پاک کا نسخہ دکھایا تو ان کے اشتیاق کی کوئی حد نہ رہی۔ میرے پاس اس وقت جتنے نسخے تھے سبھوں نے ہاتھوں ہاتھ لے لئے۔ میرا جو ذاتی نسخہ تھا میرے تقاضہ کے باوجود واپس نہ ملا۔ اور بیسیوں حضرات نے اور آرڈر دیئے۔

نا واقف لوگوں کی طرف سے جماعت احمدیہ کی طرف جو غلط باتیں منسوب کی جاتی ہیں۔ میں نے معین طور پر ان باتوں کا ذکر کیا۔ یعنی ختم نبوت۔ شریعت قرآنیہ۔ نسخ و ناسخ وغیرہ اور پھر ان کا ازالہ کرنے کے لئے "ازالہ اوہام" کا ایک حوالہ سنایا۔ جس میں آپ نے اپنے عقیدہ کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ کی آخری تصنیف پیغام صلح کا بھی حوالہ دیا۔ اور کہا کہ اگر دنیا کا یہ قانون درست ہے کہ انسان اپنی زبان۔ قول اور قلم سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے اور اسی پر تحقیقات کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد کی بنیاد بھی انہیں اقوال پر ماننی پڑے گی۔ تقریر کا یہ حصہ بہت پسند کیا گیا۔ اور ہر طرف سے لٹریچر کا مطالبہ ہوا۔ مگر ہم سبھوں کا مطالبہ پورا نہ کر سکے۔ وہ اپنا اپنا پتہ دے گئے ہیں۔

بمبئی کے نہایت کثیر الاشاعت گجراتی روزنامہ "بمبئی سماچار" کا رپورٹر بھی موجود تھا۔ اس نے تقریر کے بہت سے حصے نوٹ کئے۔ اور جلسہ کے بعد بھی بہت دیر تک تبادلہ خیالات کرتے رہے۔

اسی طرح "رنڈ ٹائمز" کے دو رپورٹر آئے ہوئے تھے اور دونوں نے الگ الگ تقریر قلم بند کی۔ اس جلسہ کا سارا بند وبست میں نے مرض وہ دنوں میں کیا تھا۔ دعوتی کارڈ چھپوائے تھے اور لوگوں کو شرکت کی خصوصی دعوت دی تھی۔ جماعت بواہیر جو ایک تنظیم سے منسلک ہے۔ اور "قیام امامت" کے لئے بڑی قربانی کرتی ہے اس کے بہت سے سنجیدہ حضرات کو مدعو کیا تھا۔ وہ سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھے اس جماعت میں انقلاب کے کچھ آثار نظر آتے ہیں۔ ایک تنظیم سے نکل کر دوسری تنظیم میں آنا چاہتے ہیں۔ بار بار اُن کی نظر جماعت احمدیہ کی طرف اٹھ رہی ہے کیا عجب کہ خدا نے ان لوگوں کو منتخب کیا ہو۔ اور ان کی ہزار سالہ قربانی جو وہ امامت کے نام پر کرتے آ رہے ہیں مزید بار آور ثابت ہو۔

گذشتہ ماہ جماعت بواہیر کے بعض سربرآوردہ اشخاص نے چند اہل سنت والجماعت کے تعاون سے ایک "انجمن احیاء اسلام" قائم کی ہے اس انجمن کی چار نشستیں ہو چکی ہیں ان میں دو نشستوں کی صدارت کا شرف مجھے بخشا گیا۔ مجھے ان دونوں مواقع پر اچھی طرح اظہار خیال کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ ۲۰ر اپریل کو اس انجمن کے زیر اہتمام میری ایک تقریر ہوئی جس کا اعلان اخبارات کے ذریعہ بھی کیا گیا تھا۔ ان تمام تقاریر کا اثر لوگوں پر اچھا اثر پڑا ہے۔ یہ حالات ایک آنے والے انقلاب کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس وقت اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ گجراتی زبان میں "فلسفۂ امامت" پر ایک کتابچہ لکھا جائے۔ اور کثرت کے ساتھ جماعت بواہیر میں اس کی اشاعت کی جائے۔ میرا خود ارادہ ہے کہ اولین فرصت میں یہ فریضہ ادا کروں۔ جماعت کے مخیر احباب کا فرض ہے کہ وہ اس کے ترجمہ و اشاعت کا بندوبست کریں۔

اس جلسہ میں مکرم منشی ظفر الاسلام صاحب نے کشتی نوح سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات پڑھ کر سنائیں۔ حکیم زمان علی صاحب نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور مکرم عبد الباری صاحب نے نظم پڑھی۔

خاکسار سمیع اللہ
انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

سلواہ - پونچھ

یہاں ۲۳؍ ۲۷ کو زیر صدارت حوالدار محمد ابراہیم صاحب یوم مسیح موعود منایا گیا۔ باوجود شدید سردی اور بارش کے دو صد کے قریب افراد جمع ہوئے جن میں سے بہت سے غیر احمدی دوست بھی تھے۔ تلاوت و نظم کے بعد خاکسار نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کی۔ حضرت اقدس کی بعثت۔ آپ کی شدید مخالفت اور اس مخالفت کے باوجود جماعت احمدیہ کی شاندار ترقی پر روشنی ڈالی۔ اور آپ کی صداقت میں حضرت مسیح موعود کے وجود کو پیش کیا جن کے ذریعہ آجکل ہر جگہ احمدیت تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ دوران جلسہ ایک دیوبندی غیر احمدی مولوی صاحب نے لغو قسم کا مظاہرہ کیا۔

خاکسار احمد الدین گورسائی

کنہ پورہ

۲۸ر مارچ ۱۹۴۶ء کی صبح کو مسجد احمدیہ کنہ پورہ میں "یوم مسیح موعود" علیہ السلام کا جلسہ خاکسار کی صدارت میں منایا گیا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم خوانی کے بعد مولوی شیخ حمید اللہ صاحب مبلغ سرینگر نے جماعت کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے مقام کو پہچانیں اور عمل کی طرف متوجہ ہو جائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم کامیابی اور مخالفتوں کے سیلاب کا آہستہ آہستہ کم ہونا اور پھر حضور کے مشن کا دن بدن ترقی کرنا آپ کی صداقت کی دلیل بتائی۔ اسی طرح خاکسار نے اسمہٗ احمد والی پیشگوئی کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر صادق آنے کے متعلق تقریر کی اور احمدیت اور اسلام کا حیرت زا تبلیغی ترقی اور ادیان عالم پر براہین اور دلائل کے غلبہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرزا غلام احمد قادیانی کی صداقت کے ثبوت کے طور پر پیش کیا مولوی عبد الرحیم صاحب نے بعض معاندین احمدیت کا ذکر کرتے ہوئے جب یہ کہا کہ حضور

حضرت چوہدری برکت علی خانصاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی

میں

جماعت کے نوجوان طبقہ کے لئے سبق

(از جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز بی۔اے ناظر بیت المال قادیان)

محترم چوہدری برکت علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ حال ہی میں ہم سے جدا ہو کر اپنے مولائے حقیقی کے پاس جا پہنچے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا وجود فرض شناسی، اخلاص و عقیدت اور سلسلہ کے لئے بے لوث خدمات کا ایک مجسمہ اور چلتی پھرتی تصویر تھا۔ آپ نے اپنی عمر عزیز کو جس شاندار عزم و ہمت اور ہمہ تن خدمت کے رنگ میں بسر کیا اور اپنی ذمہ داریوں کو جس ولولہ، شوق اور کامیابی کے ساتھ ادا کیا اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

جماعت کے اولوالعزم امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی قدر شناس نگاہوں نے اپنے اس جاں نثار خادم کی زندگی میں آج سے ۲۶ سال قبل ان کے کام سے خوش ہو کر جن الفاظ میں خوشنودی کا اظہار فرمایا وہ آپ کی خدمات اور احساس ذمہ داری کے مقام کا صحیح آئینہ دار ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا مقام ہزاروں لاکھوں میں سے بہت کم خوش نصیب لوگوں کو میسر آتا ہے۔ حضور ایدہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:—

"چوہدری برکت علی صاحب ان چند اشخاص میں سے ہیں جو محنت کوشش اور اخلاص سے کام کرنے والے ہیں اور جن کے سپرد کوئی کام کر کے پھر اسے یاد دہانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

آپ کی زندگی کے حالات اور کارناموں پر جماعت کے اہل قلم اور مجھ سے بہتر واقف کار حضرات روشنی ڈالیں گے اور آپ کا نام سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں ایک مستقل باب کی حیثیت سے پیش کیا جائے گا۔ اور بالخصوص تحریک جدید کے مالی شعبہ کی کامیابی کے ابتدائی ہر دو ادوار کا ذکر آپ کی جد و جہد اور حسن عمل کا ذکر کئے بغیر ممکن نہیں ہو سکے گا۔

میں اُن کے متعلق اپنے دلی تاثرات کا اظہار کر کے جماعت کے کارکنوں اور خصوصاً اپنے واقف زندگی دوستوں سے اپیل کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو بہتر سے بہتر انداز سے سرانجام دینے کے لئے حضرت چوہدری برکت علی خاں صاحب مرحوم کی زندگی کے عملی نمونہ سے سبق حاصل کریں۔ اور آپ کے بڑھاپے اور عمر کے آخری لمحات تک جواں ہمتی کی قابل تقلید مثال کو اپنی زندگیوں میں اپنانے کی طرف توجہ دیں۔ تا جب اس عارضی زندگی سے نکل کر ہم خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں تو ہمارا خدا ہم سے راضی ہو۔ اور ہم اس کے فضل کے امیدوار ہو سکیں۔ زندگی کے آخری سالوں میں جب آپ وکیل المال کے ممتاز عہدہ پر فائز تھے۔ دفتری خط و کتابت کے ہر موقعہ پر جب کبھی مجھے آپ کی خدمت میں تحریر کرنے کی ضرورت پیش آتی تو اکثر و بیشتر آپ نے ہر چٹھی کا جواب خود اپنے قلم سے دیا۔ آپ کے سپرد سلسلہ کی وسیع ذمہ داریوں کو دیکھتے ہوئے بعض اوقات حیرت ہوتی تھی کہ آپ کس طرح ذاتی دلچسپی سے کر پوری تفصیلات کے ساتھ جواب خود لکھنے کے لئے اس قدر وقت نکال لیتے ہوں گے۔

تقسیم ملک سے قبل آپ محلہ دارالفضل میں رہائش رکھتے تھے۔ اس تعلق کے لحاظ سے بھی آپ کی طبیعت کی سادگی اور جملہ امور میں فرض شناسی کو مجھے قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملتا رہا۔ میں نے آپ کو ہمیشہ صاف گو اور نیک ظاہر و باطن رکھنے والا بزرگ پایا۔ اور آپ کے حسن کردار کے باعث میرے دل میں آپ کی خاص عزت و اکرام کے جذبات ہیں۔

حال ہی میں یکے بعد دیگرے جماعت کے بعض خاص خاص بزرگوں کی وفات کے بعد آپ کے وصال نے دل و دماغ پر گہرے رنج و الم کے نقوش ثبت کئے ہیں کیونکہ رخصت ہونے والے بزرگوں کی وفات صرف چند افراد کی موت نہیں بلکہ ایک پورے دور کا گذرنا ہے۔ جو کبھی واپس نہیں آئے گا۔ جو مخلصین جماعت ان نورانی شخصوں کی تابندگی سے واقف ہیں۔ ان کے دل سے پوچھئے کہ وہ سو وہ بھی خاموش ہیں کا زخم کس قدر گہرا ہے۔

صحابہ کرام کے بابرکت زمانہ کے بزرگوں میں جو کمی واقع ہو رہی ہے یہ خلاء ایسا نہیں ہے۔ جو معمولی واردات کی طرح چند تعزیتی ریزولیوشنوں اور نکلنے میں ٹپکے ہوئے دو چار آنسوؤں کے دھندلکے میں گم ہو کر رہ جائے۔ بلکہ ایسا زلزلہ ہے جو ہماری نئی پود کو بیدار کرنے کے لئے مہمیز کا کام دے کہ ہم میں فرض شناسی کے احساس کو عملی طور پر پیدا کرے تا خود اعتمادی اور جرأت کردار کے جنون کے ساتھ ہم اپنی اُن عظیم روایات کے چراغوں کو پھر سے روشن کر سکیں۔ جو مادیت کی تند و تیز ہواؤں کی زد میں ہیں۔ اور جن کے از سر نو زندہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح پاک کو مبعوث فرمایا ہے۔

بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے حضرت چوہدری برکت علی خاں صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور آپ کے رشتہ داروں، دوستوں اور عزیزوں کو صبر جمیل بخشے۔ اور ہم سب کو اس امر کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی تمام تر صلاحیتوں کو خدمت سلسلہ کے لئے وقف کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں۔ آمین۔

"بھائی برکت علی صحابی کی وفات"

۱۳۷۹ھ

(از محترم جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل۔ ربوہ)

جب سات اپریل چار بجے کے بعد عزیز عبدالسمیع کا ٹھگڑھی نے مجھے منشی برکت علی خاں صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سنائی تو انا للہ پڑھتے ہوئے میں ۱۹۰۷ء کے زمانہ کے حالات کے تصور میں محو ہو کر رہ گیا جب کہ برکت علی خاں مرحوم و مغفور نے اخبار بدر کی محرری کا کام سنبھالا۔ آہ وہ دفتری کاروبار میں میرے ابتدائی ساتھی! پھر مودت و اخوت کے تعلقات ربوہ تک قائم دائم رہے وہ صدر انجمن احمدیہ پھر تحریک جدید میں خدمات بجا لاتے رہے۔ کبھی اسے آپ کو لازم نہ سمجھا بلکہ کام کو اپنا کام سمجھ کر ہر وقت اسی میں منہمک رہتے۔ تحریک جدید کے حساب کتاب اور اس کو فروغ دینے میں تو انہوں نے جان تک لڑا دی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی ایک ایک ہدایت کی پیروی میں بیس بیس گھنٹے کام کیا۔ پنجہزاری مجاہدین کی کتاب اس خوبی اور خوش اسلوبی سے شائع کرنا انہی کا کارنامہ ہے۔ اس کے متعلق کئی بار میرے پاس آتے اور دیر تک مشورہ لیتے دیتے رہے اور کبھی اپنی کسی بیماری کا شکوہ نہ کیا۔ افسوس ایسے کام کرنے والے مخلص احباب رفتہ رفتہ ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی اولاد احفاد کو برکات احمدیت سے دنیا و آخرت میں سرفراز فرمائے۔

اس نوٹ کا عنوان میں نے لکھ کر ابجدی حساب کیا تو ۱۳۷۹ھ نکلا جو ان کا سال رحلت ہے۔ وہ ہر متعلقہ کام وقت سے پہلے مکمل کر کے خوش ہوتے تھے "برکت علی خان" کے اعداد ۱۳۸۳ ہیں میں نے کہا: وہ چار سال پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ "عجلت الیک ربی لترضیٰ" موصی تھے۔ مقبرہ موصیان ربوہ میں قطعہ خاص اصحاب المسیح الموعود میں مدفون ہوئے۔ بقیہ حالات ان کے اقرباء میں سے کوئی لکھے گا۔ تحریک کرتا ہوں۔ ہشیار پور سے جہاں مجلس "مصلح موعود" کا تختہ لگا وہاں دیہ کے مخلص خدمتگذار بھی سلے آجکل ربوہ میں کئی ایک ہیں۔ وفقہم اللہ تعالیٰ

خاکسار محمد ظہور الدین اکمل عفی عنہ $\frac{6}{29}$ ۴-۹

قرآن کریم کا نادر تحفہ

گوجرخان (پاکستان) اخبار الجمعیۃ ۱۸ میں شائع شدہ خبر مظہر ہے کہ گوجرخان کے شہریوں کی طرف سے اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ کو استقبالیہ دعوت دی گئی۔ اس میں چیئرمین میونسپل کمیٹی گوجرخان نے قرآن کریم کا ایک نسخہ جو گورمکھی میں لکھا ہوا تھا بطور تحفہ دیا۔ اکالی لیڈر نے قرآن کریم کو سلام کیا پھر چوما اور احترام کے لئے سر پہ رکھ لیا۔ اس کا ترجمہ "نور" کے ایڈیٹر سردار محمد یوسف نے کیا تھا اور ۱۹۳۲ء میں وزیر ہند پریس امرتسر میں چھاپا گیا تھا۔"

بدر: یہ سردار محمد یوسف صاحب بفضل تعالیٰ احمدی تھے اور قادیان سے "نور" اخبار نکالتے تھے اور انہیں کا یہ گورمکھی ترجمہ ہے جو تحفہ دیا گیا۔

ولادت

قادیان مورخہ ۱۸ اپریل۔ مکرم مستری عبدالرحمن صاحب درویش کے ہاں لڑکی تولد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نومولودہ کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین۔

ایک انوکھے تاج محل کی تعمیر

از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی معاون ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

قصہ مشہور ہے کہ جب شہنشاہ شاہجہان کو تاج محل کی تعمیر کا خیال آیا تو اس نے ایک مشہور عالم انجینئر کو طلب فرمایا۔ اور اس سے کہا کہ میں اپنی ملکہ ممتاز محل کی ایک ایسی یادگار بنانا چاہتا ہوں جو اعجوبۂ روزگار ہو اور وہ ایسی عمارت ہو کہ دنیا بھر میں لاثانی ہو۔ تم اس کا ماڈل تیار کرو۔ اور اندازہ لگا کر بتاؤ کہ ایسی بے مثل عمارت پر کیا خرچ آئے گا۔ انجینئر نے کہا کہ میں سوچ کر بتاؤں گا۔ چنانچہ ایک روز وہ شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میں مشورہ عرض کرنے آیا ہوں لیکن میں مشورہ یہاں دربار میں نہیں دوں گا بلکہ ایک بہت بڑی کشتی میں اشرفیوں کی تھیلیاں بھر دی جائیں۔ اس میں آپ بھی تشریف فرما ہوں اور میں بھی بیٹھ جاؤں گا۔ اور دریائے جمنا کے اس کنارے تک جاتے جاتے میں اپنا مشورہ پیش کروں گا۔ چنانچہ شہنشاہ نے اس پر عمل کرنے کا حکم دے دیا۔ جب ایک بہت بڑی کشتی اشرفیوں کی تھیلیوں سے بھر گئی۔ تو اس میں شاہجہان اور انجینئر بیٹھ گئے اور ملاح نے کشتی کو کھینا شروع کیا۔ کنارے سے چند فٹ دور جا کر انجینئر نے اشرفیوں کی ایک تھیلی اُٹھا کر دریا میں پھینک دی اور شاہ سے عرض کیا کہ حضور! اگر آپ تاج محل بنانا چاہتے ہیں تو اس طرح آپ کو خرچ کرنا پڑے گا بادشاہ نے مسکرا کر کہا۔ ہاں میں اسی طرح خرچ کروں گا۔ تھوڑی دور اور آگے جا کر انجینئر نے ایک اور تھیلی پانی میں پھینک دی اور کہا حضور آپ کی مجوزہ عمارت پر اس طرح خرچ ہوگا جیسے پانی میں روپیہ بہا دیا جائے۔ شاہ نے ماتھے پر کوئی شکن لائے بغیر جواب دیا۔ ہاں میں اسی طرح خرچ کروں گا۔ کشتی چلتی رہی۔ اور انجینئر ہر چند گز پر ایک تھیلی دریا برد کرتا چلا گیا اور اپنی اس عرض کو دہراتا گیا۔ اور شاہجہان اسی طرح بڑی بے نیازی کے ساتھ دریا کے پرلے کنارے تک مسکرا مسکرا کر ہر بار یہی جواب دیتا گیا کہ ہاں میں اسی طرح خرچ کروں گا۔ جب کشتی دوسرے کنارے سے جا لگی تو وہ اشرفیوں کی تھیلیوں سے اور شاہجہان کی جبین شکن سے خالی تھی۔ تب وہ انجینئر خوشی سے اچھلا اور عرض کیا کہ اے شہنشاہ آپ کا تاج محل بن کے رہ گیا۔ اور پھر تاج محل شاہجہان کے ذہن سے نکل کر تختۂ زمین پر استادہ ہو گیا اور آج تک مرجع خلائق ہے۔ آج جماعت احمدیہ بھی ایک دم بدم بنا رہی ہے لیکن وہ مرمریں نہیں ہوگا بلکہ زریں ہوگا۔ شہنشاہ شاہجہان نے تو صرف ایک کشتی بھر اشرفیاں انجینئر کے ہاتھوں دریائے جمنا کو صرف ایک بار عبور کرتے ہوئے پانی میں غرق کروائی تھیں۔ لیکن ہماری جماعت ایسی ہزاروں کشتیاں دنیا بھر کے تمام دریاؤں میں خود اپنے ہاتھوں پھینک رہی ہے اور اس کے ماتھے پر کوئی شکن نہیں اُبھرتی اور جب جماعت احمدیہ کا زیر تعمیر تاج محل تیار ہو چکے گا تو وزیر اعظم روس مسٹر خروشچیف جیسا کوئی آدمی بھی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ یہ تاج محل تو ایک شہنشاہ کے اسراف کا نتیجہ ہے۔ اور نہ ہی ساحر لدھیانوی یہ کہہ پائے گا کہ ؎

اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لیکر
ہم غریبوں کی محبت کا اُڑایا ہے مذاق

اس لئے کہ جماعت احمدیہ کا تیار کردہ تاج محل ایک ایسا تاج محل ہوگا جو دنیا بھر کے غریبوں کی محبت کا مذاق اُڑانے والا نہیں بلکہ اسے پروان چڑھانے والا ہوگا۔ اور یہ محبت سفلی قسم کی نہ ہوگی بلکہ علوی قسم کی ہوگی۔

میں نے اوپر مثال دی ہے کہ انجینئر نے کس طرح اشرفیوں کی تھیلیاں دریا برد کر دی تھیں اور شہنشاہ شاہجہان نے کس طرح اس استیصالِ زر کا خندہ پیشانی کے ساتھ خیر مقدم کیا تھا۔ آج جماعت احمدیہ کے انجینئر بھی دنیا میں یہی کردار انجام دے رہے ہیں۔ اور ہمارا روحانی شہنشاہ بھی کہتا چلا جا رہا ہے کہ —— ہاں اور —— !! شاہجہان کی اشرفیاں تو پانی کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق ہو گئی تھیں۔ لیکن جماعت احمدیہ کی پھینکی ہوئی اشرفیاں پانی ہی میں اُگیں گی

چند سال قبل ہمارے فرانس کے مبلغ مکرم ملک عطاء الرحمٰن صاحب تشریف لائے تو اُنہوں نے بتایا کہ یورپ میں ہم لوگ جو لٹریچر تقسیم کرتے ہیں اس کی کیفیت بہت عجیب ہوتی ہے۔ کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ لٹریچر لے کر آگے چل پڑتے ہیں ایک اچٹتی ہوئی سی نظر عنوان پر ڈالتے ہیں۔ اور جب وہ عنوان اسلامی قسم کا نظر آتا ہے تو وہ لٹریچر وہیں پھینک کر آگے بڑھ جاتے ہیں —— پھر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو لٹریچر لے کر اس کا ایک آدھ صفحہ پڑھتے ہیں۔ اور پھر ہمارے دیکھتے دیکھتے وہ سڑک پر چلتے ہوئے بڑی بیزاری کے ساتھ اس لٹریچر کو سڑک کے ایک طرف پھینک دیتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لٹریچر لے کر خاموشی سے بیگ میں رکھ لیتے ہیں۔ لیکن یہ کبھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ اس لٹریچر کو پڑھتے ہیں یا نہیں۔ پھر کچھ متعصب قسم کے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو لٹریچر کے پرزے کر دیں اسے مروڑ کر پھینک دیتے ہیں۔ اور اپنے عمل سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اسلام کا لٹریچر پڑھنا ہی نہیں چاہتے اور یہی سلوک ہر ملک میں ہمارے لٹریچر سے کیا جاتا ہے۔

اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ہم ایک ہزار روپیہ قیمت کا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ تو اس میں سے ۹۵۰/ روپیہ کا لٹریچر سنگلاخ ذہنیتوں، بے بصر نگاہوں اور مقفل دلوں کو مس کئے بغیر یا تو ردی کی ٹوکریوں کی نذر ہو جاتا ہے یا پھر کوڑہ زدوں کے پاس پہنچ جاتا ہے یا تعصب اور نفرت کا شکار ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اور ہزار میں سے صرف ۵۰/ روپیہ کا لٹریچر ایسا ہوتا ہے جو سعید روحوں کے پاس پہنچتا ہے اور وہ اس سے متاثر ہوتی ہیں۔ لیکن یہ تاثر بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تو قبولِ حق پر منتج ہوتا ہے اور دوسرا مذبذبہ کیفیت پیدا کرتا ہے۔ قاریئن کا دل گواہی دیتا ہے کہ احمدیت ایک آسمانی حقیقت ہے لیکن کچھ تو معاشرے کے بندھنوں سے خائف ہو کر کچھ اپنے ماحول اور گرد و پیش سے ڈر کر اور کچھ عصبیت کی شکار اکثریت سے مرعوب ہو کر قبولِ حق کی جرأت نہیں کر سکتے۔ لیکن اتنا ضرور ہوتا ہے کہ وہ احمدیت کی مخالفت سے ہاتھ اُٹھا لیتے ہیں۔ گویا ہمارے ایک ہزار روپیہ کے لٹریچر میں سے ۲۵/ روپیہ کا لٹریچر مثمر اور بار برگ و بار ہوتا ہے۔ اور ۹۷۵/ روپیہ کا لٹریچر ایک ایسا بیج ثابت ہوتا ہے جو سخت بنجر قسم کی زمین میں ڈال دیا جاتا ہے۔

پس ہم اپنے اس لٹریچر کے مآل اور نتائج کو خوب جانتے ہیں۔ اور شروع سے اب تک جانتے ہیں۔ اور متواتر ستر سال سے اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی کے ہر ایک ہزار میں سے ۹۷۵/ روپیہ کو بے اثر اور بے نتیجہ ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ اور اگر ہم حساب لگانے بیٹھیں تو ہمارا یہ روپیہ جو بظاہر بے نتیجہ ضائع ہوا شاہجہان کی ان اشرفیوں سے قیمت اور مقدار میں یقیناً زیادہ ہوگا جو اس کے انجینئر نے دریا برد کی تھیں اور شاہجہان تو ایک شہنشاہ تھا جس کے خزانے اشرفیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اور وہ ایسے خزانے تھے جن پر شاہجہان کی ہینگ لگی تھی نہ پھٹکری۔ اور اگر اس کا انجینئر ایک آدھ کشتی اشرفیوں سے بھری ہوئی دریا برد کر دیتا تو شاہجہان کے خزانوں میں کمی نہیں آ سکتی تھی۔ لیکن ہماری غریب اور قلیل سی جماعت کا حوصلہ تو دیکھئے ہر سال بیویوں بچوں کے پیٹ کاٹ کر پائی پائی جمع کر کے ہزاروں روپیہ جمع کرتی ہے۔ اور یہ ہزاروں روپیہ اسی طرح ہر سال دریا برد ہو جاتا ہے اور پھر نیا سال شروع ہونے پر پھر پائی پائی جمع ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اور سال کے آخر میں اس کے ساتھ وہی عمل ہو چکا ہوتا ہے۔

بایں ہمہ خدا کے فضل سے ہم اس ضیاع زر پر خوش ہیں۔ کیونکہ ہم اس نکتہ کو خوب سمجھتے ہیں کہ وہ بیج جو مٹی میں دفن کیا جاتا ہے وہ اپنے موسم پر ضرور اُگتا ہے اور مرور زمانہ کے ساتھ بڑھتا اور بالآخر پھل لاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم جو دولت کو دریا برد کر رہے ہیں ہم اس کے متعلق یقین رکھتے ہیں کہ ایک زمانہ آئے گا کہ یہ ضائع شدہ زر تعمیر دنیا میں موتی بنے گی۔ یہی وہ انوکھی قربانی ہے جس کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے کہ ع

خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

اب کون کہہ سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ جو اس زمانہ میں ایک انوکھا تاج محل (اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے رنگ میں) تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے وہ اس میں کامیاب نہ ہوگی۔ فطرت کا یہ اٹل قانون ہے کہ اس کارگاہ حیات میں جو بھی کردار تواتر پکڑ جائے اور عزم صمیم اس کے ساتھ ہو وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ پانی کی ایک ننھی اور نازک سی بوند اگر متواتر گر کر پتھر میں سوراخ کر سکتی ہے۔ بارش کی حقیر سی اور کم مایہ سی بوندیں اگر مجتمع ہو کر اور سیلاب کی شکل اختیار کر کے بڑے بڑے شہروں کو بنیادوں سے اکھیڑ سکتی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہماری جماعت جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا ایک اَلْنِشا اور غیر متزلزل عزم لے کر لسانی اور قلمی جہاد کے میدان میں اتری ہے کامیاب نہ ہوگی۔ کیونکہ ہماری جماعت کے عمل مسلسل اور عزم محکم کے ساتھ تائید خداوندی بھی شامل ہے۔ جیسے ہم نے ہر قدم پر ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا اور ظاہری حواس سے محسوس کیا ہے۔ ہم پر کتنی گھڑیاں ایسی گذریں جن میں سے ہر ایک کا نتیجہ ہمارے حق میں بہتر رہا اور پھر جب جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ مقدر ہو چکی ہے تو ہم ان حقیری قربانیوں [illegible] بلکہ ہمارے لئے ذریعہ ثواب ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے ؎ بخدمت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ — قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا ؞

پیشگوئی ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے مصداق "مصلح موعود" کے زمانہ کی چالیس تعیینات

(از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیان)

(۶)

مندرجہ عنوان کے ماتحت جن چالیس تعیینات کا وعدہ میں نے اپنے مضمون کے شروع میں کیا تھا وہ بفضل تعالیٰ بیان ہو چکی ہیں اب متذکرہ امور میں سے بعض کے متعلق بعض باتیں بطور ضمیمہ بیان کرنی چاہتا ہوں وباللہ التوفیق:-

ضمیمہ متعلق تعیین ۹

جب مخالفین کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے اپنے الہام سے یہ اطلاع دی کہ مصلح موعود نو سال کی میعاد کے اندر ضرور بالضرور پیدا ہوگا تو اس پر پنڈت لیکھرام پشاوری نے تمسخر کرتے ہوئے لکھا کہ

"پہلے یہ بھی اطمینان ہو گیا کہ نو برس تک آپ کی بیوی زندہ رہے گی"

(کلیات آریہ مسافر)

لیکھرام کی یہ بات اگرچہ طعن اور تحقیر اور تمسخر سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی۔ مگر ضمناً یہ بات واضح اور عیاں ہو گئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے مصلح موعود کی پیدائش کے لئے نو سالہ کی میعاد مقرر کی گئی۔ اور وہ حتمی تھی۔ یہ نو سالہ الہامی میعاد مصلح موعود کی پیدائش کے علاوہ اور کئی غیبی امور کی اطلاع پر مشتمل تھی مثلاً:-

(۱) مقررہ نو سالہ میعاد کے اختتام تک آپ کی بیوی ضرور زندہ رہیگی

(۲) آپ خود اس وقت تک زندہ رہیں گے وغیرہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے جب مصلح موعود کی پیدائش کو بالہام الٰہی حتمی طور پر نو سالہ میں محدود فرمایا گیا تو آپ کے مخالفین نے اس پہلو سے تو اس پر تمسخر و استہزاء کیا کہ یہ نو سالہ میعاد بہت لمبی ہے اور اس کی عظمت کو کم کرنے کی غرض سے کہا کہ

"اس عرصہ میں تو خواہ مخواہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ

"واضح ہو کہ اس خاکسار کے اشتہار ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔ ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ سو اول تو اس کے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کیسی لمبی میعاد گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا"

(اشتہار واجب الاظہار تتمہ آثار)

ظاہر ہے کہ جو لوگ اس نو سالہ میعاد کو لمبا قرار دے رہے تھے وہ اس بات کو کب خاموشی سے برداشت کر سکتے تھے کہ اس میعاد کو منسوخ قرار دے دیا جاتا یا اسے بدل کر غیر معمولی تاخیر میں ڈال دیا جاتا۔ ایسی صورت میں یہ پیشگوئی ان معترضین کے لئے کس طرح نشان ہو سکتی تھی۔ واقعات بتاتے ہیں کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نکتہ چین اس بارہ میں قطعی خاموش رہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ مصلح موعود کی نو سالہ میں پیدائش کی اطلاع پا کر اور اس کے متعلق کامل انکشاف کا اظہار دیکھ کر خاموش ہو گئے تھے۔ ورنہ کم از کم وہ کامل انکشاف کے مطالبہ کو ہی دہراتے رہتے!!

متعلق تعیین نمبر ۲۸

مصلح موعود کی موجودگی پر بشارت میں لفظ "تھے" کے دلالت کرنے کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے اشعار میں اس امر کا ذکر موجود ہے کہ وہ لڑکا محمود ہے آپ نے اشعار میں اولاد کے لئے دعا فرماتے ہوئے محمود کے متعلق یوں دعا فرمائی ہے۔

لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا

اس سے ظاہر ہے کہ اندھیرے کا تعلق آپ کی موجودہ اولاد میں سے محمود کے ساتھ ہے اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس شعر میں "کر دور گا دور اس مہ سے اندھیرا" کی بشارت دے کر فرمایا تھا۔ یہ نہ صرف یہ کہ وہ لڑکا ایک دن میرا محبوب بنے گا بلکہ میں اس سے ہر قسم کا اندھیرا دور کر دوں گا۔ پس اس اندھیرے کے لفظ نے پہلے شعر کا جس میں محمود کا ذکر ہے دوسرے دو اشعار سے تعلق ظاہر کر کے یہ بتا دیا ہے کہ خدا محبوب بننے والا لڑکا جس پر اندھیرا ڈالا جانے والا تھا محمود ہے جو اس بشارت کے وقت موجود تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مصلح موعود کی نسبت پیشگوئی کے بارہ میں اس قدر وضاحت وتعیین ہو چکی تھی کہ اس کے مصداق کی تعیین کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی پیشگوئی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ اور اس کے متعلق جس قدر شرائط ممکن تھیں وہ بیان کر دی گئی تھیں۔ اور اس کا کوئی ایک پہلو بھی ایسا باقی نہ تھا جس کے متعلق پوری وضاحت نہ کر دی گئی ہو۔

اسقدر وضاحتوں کے بعد ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بآسانی اسکے مصداق کی تعیین کر سکتا ہے۔ اور اس کی پہچان کچھ بھی مشکل نہیں

آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بھی تو پیشگوئیاں پہلے سے موجود تھیں۔ ان پیشگوئیوں کی مدد سے حق جو طبائع نے انہیں شناخت کر ہی لیا۔ ایسا ہی یہاں بھی ہو سکتا ہے یہاں کسی صورت میں بھی کم وضاحتیں نہ تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ خیال کر کے کہ ممکن ہے کہ اس کے مصداق کے بارہ میں الہام بھی اطلاع دے۔ بکمال انکشاف سے پورا اطلاع دینے کا اعلان کیا تھا۔ آپ یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح پہلے متواتر الہام نے مصلح موعود کے بارے میں انتہائی طور پر وضاحت کر دی تھی شاید اس بارہ میں بھی کوئی الہام نازل ہو کر یہی لڑکا جو اب پیدا ہوا ہے جس کا نام آپ نے محمود رکھا ہے مصلح موعود ہے یا یہ کہ وہ یہ نہیں بلکہ کوئی اور ہے۔ کیونکہ آپ یہ سمجھتے تھے کہ ممکن ہے کہ کوئی امر ایسا ہو جسے آپ نہ سمجھ سکے ہوں اور وہ آپ پر مخفی رہ گیا ہو جو اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہو۔ اسلئے احتیاطی طور پر آپ اعلان فرما دیا تھا۔ ورنہ اس کے ہرگز یہ معنی نہ تھے کہ بیان شدہ شرائط کے ذریعہ اس کی شناخت نہ ہو سکتی تھی۔ اگر ایسا ہی تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شناخت کس طرح ہو سکتی ہے۔ اگر ان شرائط مذکورہ کو نظر انداز کر دیا جائے تو چوتھی صدی والے فرضی لڑکے میں تو ان میں سے ایک بھی شرط نہ پائی جائے گی۔ پھر اسے کس طرح پہچانا جا سکتا ہے۔ اور الگ میں ان شرائط کے مفقود ہونے کی صورت میں وہ بھلا کس طرح اس پیشگوئی کا مصداق ٹھہر سکتا ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے بالدلائل محمود کو اس کا مصداق ٹھہرایا۔ اور کوئی اس پر اعتراض نہ کر سکا اور نہ ہی اسے رد کر سکا۔ اس وقت کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ آپ کیوں محمود کو اس کا مصداق ٹھہراتے ہیں

بھلا اگر اس وقت ان لوگوں کا ذہن اس طرف نہیں گیا تھا تو جب حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے اور مرزا خدا بخش صاحب نے اس پیشگوئی کو حضرت مرزا محمود احمد پر چسپاں کیا تھا تو اس وقت کیوں نہ کوئی بولا اور کیوں خاموش رہ کر ان کی تصدیق کی۔ اگر ان کے خیال میں حضرت اقدس نے اس کا مصداق محمود کو قرار نہ دیا تھا۔ تو ان حضرات کے مصداق ٹھہرانے پر ہی بول پڑتے اور ان سے اپنا اختلاف ظاہر کرتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اور بعد میں خواہ مخواہ مخالفت شروع کر دی۔ لیکن نہ تو پیشگوئی اتنی مشتبہ تھی۔ اور نہ ان کی عقل اہل الرائے کہلاتے ہوئے اتنی کمزور تھی۔ کہ اس کی حقیقت ان پر مشتبہ رہتی!!

فافہم وتدبر ولا تکن من الغافلین۔

درخواستہائے دعا

۱۔ میرے لڑکا داؤد اور میرے اہل وعیال کئی سال سے کئی قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہیں اور مالی حالات بھی خراب ہو گئے ہیں سب بزرگان سلسلہ احمدیہ دعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ سب مجھے ان پریشانیوں سے نجات دلائے آمین۔ خاکسار شیخ قاسم داؤد سیکرٹری پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ باندرہ۔ بمبئی۔

۲۔ خاکسار کا چھوٹا بچہ رشید احمد کچھ عرصہ سے بیمار چلا آرہا ہے اور باوجود علاج معالجہ کے مرض بار بار عود کر آتا ہے لہذا احباب کرام وبزرگان سلسلہ اس کی شفائے کاملہ وعاجلہ کے لیے دعا فرماویں۔ قاضی عبد الحمید درویش قادیان

منقولات

"پاکستان کی جماعت اسلامی کو افریقہ میں تبلیغی کام کرنے کی دعوت"

(منقول از اخبار نوائے وقت لاہور مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۶۰ء)

لاہور کے مشہور و معروف روزنامہ نوائے وقت کی اشاعت مورخہ ۱۲/۴/۶۰ میں مندرجہ بالا عنوان سے ایک مفصل مضمون معاصر کے نمائندہ خصوصی متعین واشنگٹن حفیظ ملک کی طرف سے شائع ہوا ہے جس کے ضروری اقتباسات قارئین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

اس مضمون میں ایک طرف افریقہ میں احمدیہ جماعت کی طرف سے تبلیغ اسلام کی مخلصانہ جد و جہد کا صاف اقرار کیا گیا ہے تو دوسری طرف پاکستان کی جماعت اسلامی کو اس اہم فریضہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جماعت اسلامی والے کہاں تک ان توقعات کو پورا کرتے ہیں جو مضمون نگار نے ان سے وابستہ کر رکھی ہیں۔

بایں ہمہ یہ بات تو ظاہر و باہر ہے کہ اس اہم اسلامی خدمت کے لئے خواہ کوئی دوسرا اسلامی فرقہ تیار ہو یا نہ ہو احمدیہ جماعت تو بفضلہ تعالیٰ اس میدان میں کود چکی ہے۔ اور اپنے محدود وسائل کو کام میں لاتے ہوئے وہ اس نیک کام کے لئے شب و روز کوشاں ہے!!

اللّٰھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجعلنا منھم۔ آمین ——— (ایڈیٹر)

روزنامہ نوائے وقت لاہور کے نمائندہ خصوصی متعین واشنگٹن لکھتے ہیں:۔

" اب جبکہ افریقی براعظم آزاد ہو رہا ہے۔ تو مغربی ممالک کو یہ دشواری پیش آ رہی ہے۔ کہ کس طرح حبشیوں کے ساتھ " روحانی " یا نظریاتی رابطہ قائم رکھا جائے۔ یہ مسئلہ غور طلب ہے اور اس کا حل آسان بھی نہیں۔ اسلئے کہ عیسائیت بدقسمتی سے سفید فام مغربی قوموں کا مذہب بن کر رہ گئی ہے۔ اور سفید فام کا جو رویہ حبشیوں اور دیگر غیر سفید اقوام کے ساتھ ہو رہا ہے یا ہے اس کی مثال جنوبی افریقہ کے وحشیانہ اقدام سے ملتی ہے۔ امریکی دفتر بھی اس مسئلے سے آگاہ ہیں۔ اگرچہ افریقہ میں امریکہ کی کوئی نوآبادی نہیں لیکن خود امریکہ کا ریکارڈ بھی حبشیوں کے سلوک کے متعلق کچھ اچھا نہیں ہے۔ اگرچہ اب یہاں دن رات کوشش کی جا رہی ہے کہ امریکی حبشیوں کو پورا پورا شہری بنایا جائے۔

افریقہ آزاد ہونے پر افریقی عوام ایک انتہائی مشکل نفسیاتی مصیبت میں پھنس رہے ہیں۔ افریقہ کے اکثر حصوں میں اب بھی انسان وحشت اور پتھر کے زمانہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور جو زیادہ ترقی کر چکے ہیں ایک شدید جذباتی، ایمانی اور روحانی بحران میں مبتلا ہیں افریقہ کے عوام میں بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کوئی پیغمبر نازل نہیں ہوا۔ اب تک افریقہ ایام جہالت کا بہترین نمونہ ہے۔

سوال یہ ہے کہ افریقہ میں عوام کا مذہب کیا ہوگا؟ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ امریکی پادری اس پر بڑی سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں حال ہی میں امریکہ کے مشہور و معروف پادری بلی گراہم نے افریقہ کا دورہ کیا۔ گذشتہ ہفتے انہوں نے صدر آئزن ہاور سے وائٹ ہاؤس میں ملاقات کے لئے تبادلہ خیالات کیا اور صدر آئزن ہاور کو مشورہ دیا کہ نائیجیریا کا دورہ کریں کیونکہ اکتوبر میں نائیجیریا انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہو جائے گا۔

پادری بلی گراہم نے رپورٹروں کو ملاقات کے بعد بتایا کہ امریکہ کے لئے لازم ہے کہ وہ افریقہ کے عوام کے نیشنلزم کے ساتھ پوری پوری ہمدردی کرے۔ صدر آئزن ہاور کے ردِّ عمل پر بحث کرتے ہوئے بلی گراہم نے کہا کہ صدر آئزن ہاور نے نائیجیریا کے دورے کے مسئلہ پر غور کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس خیرسگالی کے دورہ سے امریکہ کو جو فائدہ پہنچے گا وہ محتاج بیان نہیں۔ لیکن پادری بلی گراہم کو جو غم ہے وہ کسی اور مسئلہ سے ہے۔ انہوں نے رپورٹروں کو بتایا کہ :۔

مسلمان مشنری افریقہ میں جب سات حبشیوں کو مسلمان بناتے ہیں تو عیسائی مشنری کہیں مشکل سے تین حبشیوں کو عیسائی بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

اسلام کی ترقی کو روکنے کے لئے بلی گراہم ایک مشنری پروگرام وضع کر رہے ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ امریکن حبشیوں کو عیسائیت کی تبلیغ کے لئے مشنوں میں بھرتی کرنا چاہیئے جو کہ اپنے افریقی بھائی بندوں کو آسانی سے عیسائی بنا سکیں گے ——— اس کے علاوہ بلی گراہم نے کہا کہ وہ ان مشنریوں کو اپنے مشن میں بھرتی کریں گے جو علم نسلیات اور رسالت مآبؐ کی تعلیمات سے آگاہ ہوں گے۔ تاکہ وہ اسلام کی کمزوریوں کو افریقی عوام پر واضح کر سکیں۔

اب سوال یہ ہے کہ افریقہ میں تہذیب اور علم و ہنر اور مذہب پھیلانے کی ذمہ داری کس حد تک پاکستانیوں پر عائد ہوتی ہے۔ جہاں تک ہمارے عرب بھائیوں کا تعلق ہے وہ تو عرب نیشنلزم کے سوا بات نہیں کرتے اسلام ان کے لئے ثانوی اہمیت رکھتا ہے . . . .

. . . ."

افریقہ میں اگر کوئی پاکستانی مذہبی (جماعت) مشنری کام کر رہی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔ مشرقی افریقہ میں مسلمانوں کی آبادی ۱۵ فیصدی ہے۔ جس میں ایسٹ افریقن ٹائمز کے بیان کے مطابق ۵۰۰۰ افریقی لوگ احمدی ہیں۔ ٹانگانیکا مشرقی افریقہ میں تقریباً دس لاکھ افریقی مسلمان ہو چکے ہیں۔ جن میں سے غالب اکثریت احمدیوں کی ہے کینیا کے سرحدی صوبوں میں اسلام کو فروغ ہو رہا ہے اور یہاں بھی اکثریت احمدیوں کی ہے۔ نیروبی میں غیر احمدیوں نے ایک بہت بڑا مذہبی تبلیغی مرکز قائم کر رکھا ہے جو روزانہ انگریزی اخبار بھی شائع کرتا ہے۔ اور اس کے علاوہ تعلیم کے لئے اس مرکز کے کالج وغیرہ بھی قائم کر رکھے ہیں۔

ہمیں احمدیت سے شدید اختلافات ہیں۔ اور ہم عقیدۂ ختم نبوت کے مسئلہ میں احمدیوں بالخصوص قادیانی فرقہ کے تصورات کو بالکل باطل اور گمراہ سمجھتے ہیں اور سواد اعظم کی طرح ان تصورات سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں ان کی مساعی کی داد دینی پڑتی ہے۔ بلی گراہم جب اپنے حالیہ دورہ میں نیروبی گئے۔ تو اسلام کی طرف سے اگر کسی جماعت نے انہیں مباحثہ کی دعوت دی تو وہ جماعت احمدیہ تھی !!

کینیا، یوگنڈا اور ٹانگانیکا میں اس وقت ۵۰۰۰۰۰۰ مسلمان آباد ہیں۔ لیکن ان کی تعلیمی حالت بہت ہی کمزور ہے عیسائی مشنری سکولوں اور کالجوں کے ذریعہ سے طلبا کو عیسائیت کی طرف راغب کر رہے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

کیا جماعت احمدیہ کے سوا پاکستان میں اور کوئی مذہبی جماعت موجود نہیں جو افریقہ میں اسلام کی تبلیغ کے کام کو انجام دے سکے ؟

پاکستان میں جماعت اسلامی بہت ہی بااثر جماعت ہے۔ مولانا مودودی کے سیاسی خیالات سے ہمیں بہت زیادہ اختلافات ہیں۔ لیکن ہمیں اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ اگر وہ افریقہ میں مشنری کام کا بیڑہ اٹھائیں تو اس سے صرف اسلام کی ہی نہیں بلکہ پاکستان کے علاوہ انسانیت کی خدمت بھی ہوگی ——— حقیقت یہ ہے کہ آج تک غیر ممالک میں جتنا بھی اسلامی مشنری کام ہوا ہے وہ علماء نے اپنی ذاتی حیثیت میں ادا کیا ہے اب ضرورت ہے کہ تبلیغی کام کو منظم کیا جائے۔ اگر جماعت اسلامی سیاسی خواہشوں اور وزارت کے خواب سے علیحدہ ہو کر افریقہ میں اسلامی تہذیب و تمدن پھیلانے کی ٹھان لیں تو توقع ہے کہ فروغ اسلام میں رکاوٹ ڈالنے سے متعلق بلی گراہم کے تمام ارادے ناکام ہو کر رہ جائیں گے . . . . !

" کیا ہم مولانا مودودی سے یہ امید رکھ سکتے ہیں کہ وہ افریقہ میں تبلیغی کام کا بیڑہ اٹھائیں گے ؟ ہماری رائے میں تو ان سے بہتر انسان پاکستان میں اس کام کے لئے موجود نہیں !"

(نوائے وقت لاہور ۱۲/۴/۶۰ ص ۵)

اعلانِ نکاح

قادیان ۸ اپریل - آج بعد نماز عصر مسجد مبارک میں محترم مکرم حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری ناظر تعلیم و تربیت قادیان نے عزیزہ امتہ القیوم صاحبہ بنت مکرم محمد اسمٰعیل صاحب میر ساکن شوپیاں کشمیر کا نکاح جناب شیخ عبد الحمید صاحب عاجز بی اے ناظر بیت المال قادیان کے ساتھ مبلغ ایک ہزار مہر پر پڑھا۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے وکیل الولی کے فرائض انجام دیئے خطبہ نکاح میں محترم حکیم صاحب نے اسلامی تعلیم اور اسوۂ نبوی کی روشنی میں تعدد ازدواج کے مسئلہ پر نہایت عالمانہ انداز میں حقیقت افروز روشنی ڈالی اور نکاح کے وقت پڑھی جانیوالی سہ سہ آیات قرآنی کی لطیف تفسیر بیان کرتے ہوئے تقویٰ کی ضرورت و اہمیت بیان کی اور آخر میں اجتماعی دعا کرتے ہوئے احباب جماعت بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کیلئے بابرکت کرے اور ہر طرح مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین۔

مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان میونسپلٹی میں وائس پریذیڈنٹ منتخب ہو گئے

یہ اطلاع احباب کے لئے باعث خوشی ہوگی کہ مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ جو میونسپل کمشنر بھی ہیں کو میونسپل کمیٹی قادیان کا وائس پریذیڈنٹ منتخب کیا گیا۔ سوائے دو جن سنگھ ممبران کے سب ممبران کمیٹی نے متفقہ طور پر مولوی صاحب کو ایک سال کے لئے وائس پریذیڈنٹ منتخب کیا۔ اس خوشی میں مکرم مولوی صاحب کی طرف سے جملہ ممبران کمیٹی اور عہدیداران مقامی کانگرس کمیٹی کو کل مورخہ ۱۸ کو دعوت چائے پر بلایا گیا۔ اللہ تعالیٰ مکرم مولوی صاحب کو یہ اعزاز مبارک کرے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۲)

کی اہم دینی مجلس مشاورت شروع ہوئی تو باوجود ناسازی طبع حضور ایدہ اللہ نے بنفس نفیس تشریف لاکر پرشوز اجتماعی دعا کے ساتھ مشاورت کا افتتاح فرمایا۔ حضور کے ارشاد کے ماتحت نمائندگان نے سب کمیٹیوں کے ممبران کے نام تجویز کئے۔

اسی طرح مورخہ ۹ اپریل کو ہونے والے اختتامی اجلاس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے اور ایجنڈے کی باقی ماندہ مختلف تجاویز پر غور مکمل ہونے اور صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے سالانہ بجٹوں کے منظور ہونے کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نمائندگان کو ایک بصیرت افروز خطاب سے نوازا جس میں حضور نے احباب جماعت کو سچی اور حقیقی اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے اور نیکیوں کے معیار کو بلند کرنے اور دعاؤں پر خاص زور دینے کی تلقین فرمائی۔

اس پُر معارف خطاب کے بعد حضور نے ایک پُرسوز اجتماعی دعا بھی کرائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

سہارنپور ہمارا پریل۔ گورنر پنجاب شری نرہری وشنو گیڈگل نے آئی ڈی اے وی کالج سہارنپور میں جلسہ تقسیم انعامات کی صدارت کرتے ہوئے اعلان کیا کہ آنے والے چند برسوں میں کنٹرول اٹھائے جانے ممکن نہیں ہیں کیونکہ

اظہار تشکر اور درخواست دعا

مکرم فضل دین صاحب مولوما ویا ویسٹ افریقہ نے رمضان شریف میں درویشان کی افطاری کے لئے مبلغ پچاس روپیہ بطور اظہار تشکر اور درخواست دعا کی غرض ارسال فرمائے تھے۔ چنانچہ ان کی خواہش کے مطابق روزہ دار درویشان کی افطاری کا اہتمام کر دیا گیا تھا۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کے کاروبار میں برکت دے اور دین و دنیا میں فائز المرام فرمائے۔ آمین۔

خاکسار مرزا عبداللطیف درویش قادیان۔

حکومت کو سرکاری تجارت سے خاص فائدہ ہوا ہے اور نتیجہ کے طور پر کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ آپ نے امید ظاہر کی کہ حکومت اگلے سال ٹیکس کم کر دیگی۔

مشرقی افریقہ میں ڈاکٹر گراہم کو شیخ مبارک احمد صاحب کا چیلنج

(بقیہ صفحہ اول)

شیخ مبارک احمد صاحب کی چیلنج کا بالواسطہ طور پر جو لیا گیا ہے، چیلنج قبول کرنے سے ڈاکٹر گراہم کا یہ انکار اور مقابلے پر آنے سے عجز کا اظہار اسلام کی ایک شاندار فتح پر دلالت کرتا ہے، جو جماعت احمدیہ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے مشرقی افریقہ میں ظاہر فرمائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ذیل میں نیروبی کے مشہور اخبار "دی سنڈے پوسٹ" کے نوٹ کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے تاکہ اس امر پر روشنی پڑ سکے کہ اسلام کی اس شاندار فتح کو دوسروں نے کس طرح محسوس کیا۔ اور الفضل ما شهدت به الاعداء کا نظارہ دکھانے کا موجب بنا۔

"اسلام کا چیلنج"

"جلسے کے بعد ڈاکٹر گراہم نے بالواسطہ طور پر اس چیلنج کا جواب دیا جو انہیں اس امر کے فیصلے کے لئے دیا گیا تھا کہ اسلام اور عیسائیت میں سے کونسا مذہب سچا ہے۔ یہ چیلنج احمدیہ مسلم مشن کے رئیس نے گزشتہ جمعہ کے روز دیا تھا۔"

"شیخ مبارک احمد نے تجویز پیش کی تھی کہ تیس لاعلاج مریض منتخب کئے جائیں۔ ان میں سے دس افریقن ہوں، دس یورپین اور دس ایشیائی۔ ان مریضوں کے بارہ میں ڈائرکٹر آف میڈیکل سروسز کینیا باقاعدہ یہ تصدیق کریں کہ فی الواقع یہ لاعلاج ہیں۔ ان مریضوں کو پھر مبلغ اسلام اور ڈاکٹر گراہم کے درمیان قرعہ کے ذریعہ تقسیم کر دیا جائے۔ شیخ مبارک احمد نے لکھا تھا کہ "اس کے بعد دونوں مذاہب کے پیروؤں میں سے چھ چھ آدمی اور شامل ہوں گے پھر ہم اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے مریضوں کی صحت یابی کے لئے خدا کے حضور دعا کریں گے تاکہ اس امر کا فیصلہ ہو سکے کہ دونوں میں کس کو خدائی تائید و نصرت حاصل ہے اور کس پر آسمان کے دروازے بند ہیں"۔

"کسی کو چنگا نہیں کیا جائے گا"

"جلسے کے اختتام پر ایک ایشیائی ڈاکٹر گراہم کے پاس آیا اور اس نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کوئی ایسی مجلس بھی منعقد کریں گے کہ جس میں مریضوں کو چنگا کرنے کا انتظام کیا جائے؟"

"ڈاکٹر گراہم نے جواب دیا" میرا منصب وعظ کرنا ہے چنگا کرنا نہیں۔ میں صرف وعظ کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا کی مرضی پوری ہو۔"

"قبل ازیں شیخ مبارک احمد نے دعویٰ کیا تھا کہ اگر ڈاکٹر گراہم نے چیلنج قبول کرنے سے انکار کیا تو اس سے دنیا پر ثابت ہو جائے گا کہ صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو بندے کا خدا سے تعلق قائم کرنے کی صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے۔"

"شیخ مبارک نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ انہوں نے خود ذاتی طور پر دعا کے ذریعے لوگوں کا علاج کیا ہے اور وہ شفایاب ہو گئے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ مشرقی افریقہ میں ڈاکٹر گراہم عیسائیت کو فائدہ پہنچانے کی بجائے الٹا نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یہاں عیسائی ہونے والے مسلمانوں کے مقابلہ میں خود عیسائی بہت زیادہ تعداد میں اسلام قبول کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ٹانگانیکا میں قریباً پچاس لاکھ مسلمان ہیں۔"

("دی سنڈے پوسٹ" نیروبی ۱۹ مارچ ۱۹۶۱ء صفحہ ۳۶)

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اخبار مذکور نے اس نوٹ کے ساتھ محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ کا ایک نہایت شاندار فوٹو بھی شائع کیا ہے۔ جس میں دکھایا گیا ہے کہ آپ قرآن مجید ہاتھ میں لے کر اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ فوٹو کے نیچے اخبار نے یہ عبارت درج کی ہے۔ "چیلنج دینے والے شیخ مبارک"